جلد:01
شمارہ:03
جنوری 2022ء
جمادی الاولیٰ 1443ھ
جمادی الآخر
مذاق اُڑانا کیسا؟
شان و برکاتِ نامِ محمد
بچوں کو احساسِ کمتری سے بچائیں
ملبوسات میں احتیاط
بے جا سختی
ویب
ایڈیشن
ماہنامہ
خواتین

نیک رشتہ ملنے کے لئے

جن لڑکیوں کی شادی نہ ہوتی ہو یا منگنی ہو کر ٹوٹ جاتی ہو وہ نمازِ فجر کے بعد یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام ۳۱۲ بار پڑھ کر اپنے لئے نیک رشتہ ملنے کی دعا کریں، اِنْ شَآءَ اللہ جلد شادی ہو اور خاوند بھی نیک ملے۔ (مینڈک سوار بچھو، ص ۲۴)

کوڑھ اور پیلیا

سورۂ بیِّنہ پڑھ کر برص ویرقان (یعنی کوڑھ اور پیلیا) والے پر دَم کریں اور لکھ کر گلے میں ڈالیں۔ کھانے پر دونوں وقت یہ سورت صحیح خواں (یعنی دُرست پڑھنے والے) سے پڑھوا کر دَم کر کے کھلائیں خدا چاہے بہت زیادہ فائدہ ہو۔ (کام کے اوراد، ص ۳)

چوری سے محفوظ رہے

سورۂ توبہ لکھ یا لکھوا کر پلاسٹک کوٹنگ کروا کر اپنے سامان میں رکھئے، اِنْ شَآءَ اللہ چوری سے محفوظ رہے گا۔ (چڑیا اور اندھا سانپ، ص ۲۹)

بینائی کی حفاظت کے لئے

پانچوں نمازوں کے بعد گیارہ مرتبہ یَانُوْرُ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کے پوروں پر دَم کر کے آنکھوں پر پھیر لیجئے۔ (جنتی زیور، ص ۶۰۶)

سیب دَم کروانے کی برکت

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ! میرا نام محمد نواز عطاری ہے، میرے چچا کے بیٹے فیاض احمد جن کی شادی ہوئے تقریباً سات سال ہو گئے تھے اور وہ اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ جانشینِ امیرِ اہلِ سنّت حضرت مولانا الحاج ابو اُسید عبید رضا عطاری مدنی مدظلہ العالی سے 2018 میں سیب دَم کروا کر کھلایا تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ بچّی کی ولادت ہوئی ہے۔ محمد نواز عطاری (رکن کابینہ مجلس ائمہ کرام، ایبٹ آباد زون، لاہور ریجن)

نوٹ: سیب دَم کروانے کے لئے عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کراچی کے ان دو نمبرز پر رابطہ کر سکتے ہیں:

02138696333 | UAN: +92 21111252692

Table of Contents

شرعی تفتیش: مولانا عبد الماجد عطاری مدنی

دار الافتاء اہل سنت (دعوتِ اسلامی)

تاثرات (Feedback) کے لئے اپنے تاثرات، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور واٹس ایپ نمبر (صرف تحریری طور پر) پر بھیجئے:

mahnamahkhawateen@dawateislami.net 0348-6422931

پیش کش: شعبہ فیضانِ صحابیات وصالحات / شعبہ خواتین المدینۃ العلمیۃ (اسلامک ریسرچ سینٹر) دعوتِ اسلامی

حمد
ہے پاک رُتبہ فکر سے اُس بے نیاز کا
ہے پاک رُتبہ فکر سے اُس بے نیاز کا
کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا
غش آ گیا کلیم سے مشتاقِ دید کو
جلوہ بھی بے نیاز ہے اُس بے نیاز کا
مانندِ شمع تیری طرف لَو لگی رہے
دے لطف میری جان کو سوز و گداز کا
تو بے حساب بخش کہ ہیں بے شمار جرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا
بندہ پہ تیرے نفسِ لعیں ہو گیا محیط
اللہ کر علاج مری حرص و آز کا
کیوں کر نہ میرے کام بنیں غیب سے حسنؔ
بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کارساز کا
ذوقِ نعت، ص 17
از برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان رحمۃُ اللّٰہِ علیہ
نعت
نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
نعمتیں بانٹتا جِس سَمت وہ ذِیشان گیا
ساتھ ہی مُنشیِ رَحمت کا قلم دَان گیا
لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دِھیان گیا
میرے مولیٰ مِرے آقا تِرے قربان گیا
دِل ہے وہ دِل جو تری یاد سے مَعمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا
انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لِلّٰہِ الْحَمْد میں دُنیا سے مسلمان گیا
آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قِیامت میں اگر مان گیا
جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا
حدائقِ بخشش، ص 55
از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللّٰہِ علیہ

سلسلہ تفسیرِ قرآنِ کریم

بنت ناصر عطاریہ مدنیہ
لالہ موسیٰ

مذاق اُڑانا کیسا؟

اللہ پاک قرآنِ کریم، بُرہانِ رشید میں ارشاد فرماتا ہے:
لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّۚ (پ26، الحجرات:11) ترجمۂ کنزالعرفان: مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔

شانِ نزول اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق 2 قول ہیں:

(1) حضرت انس رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت حضور نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہُ عنہن کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ انہوں نے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہُ عنہا کو چھوٹے قد کی وجہ سے شرمندہ کیا تھا۔

(2) حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہُ عنہما فرماتے ہیں: آیت کا یہ حصہ اُمُّ المومنین حضرت صفیہ بنتِ حُیَیّ رضی اللہُ عنہا کے حق میں اس وقت نازل ہوا جب انہیں حضورِ اقدس صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ایک زوجہ مطہرہ نے یہودی کی بیٹی کہا۔[1] حضرت انس رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں: اُمُّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہُ عنہا کو معلوم ہوا کہ اُمُّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہُ عنہا نے انہیں یہودی کی لڑکی کہا ہے، (تو اس پر انہیں رنج ہوا اور) وہ رونے لگیں۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: تم نبی زادی ہو، تمہارے چچا نبی ہیں اور تم نبی کی بیوی ہو۔ تو تم پر وہ کیا فخر کرتی ہے؟ پھر (حضرت حفصہ رضی اللہُ عنہا سے) فرمایا: اے حفصہ! خدا سے ڈرو۔[2]

آیتِ مبارکہ میں عورتوں کا الگ سے ذکر کرنے کی وجہ آیتِ مبارکہ میں عورتوں کا جداگانہ ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ عورتوں میں ایک دوسرے کا مذاق اڑانے اور اپنے آپ کو بڑا جاننے کی عادت بہت زیادہ ہوتی ہے، نیز آیتِ مبارکہ کا یہ مطلب نہیں کہ عورتیں کسی صورت آپس میں ہنسی مذاق نہیں کر سکتیں، بلکہ چند شرائط کے ساتھ ان کا آپس میں ہنسی مذاق کرنا جائز ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (عورتوں کی ایک دوسرے سے) جائز ہنسی، جس میں نہ فحش ہو، نہ ایذائے مسلم، نہ بڑوں کی بے ادبی، نہ چھوٹوں سے بدلحاظی، نہ وقت و محل کے نظر سے بے موقع، نہ اس کی کثرت اپنی ہمسر (اپنے جیسی) عورتوں سے جائز ہے۔[3] [4]

گفتگو کرتے ہوئے مذکورہ چیزوں کو مدِّ نظر رکھئے اور اس بات کا خوب خیال رکھئے کہ ہماری گفتگو ان الفاظ پر مشتمل نہ ہو جن سے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے کہ ہمارے پیارے آقا، آخری نبی صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: مَنْ اٰذٰی

مُسْلِمًا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَ مَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللہَ یعنی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی، اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی، اُس نے اللہ پاک کو ایذا دی۔[5]

اللہ پاک ہمیں ایذائے مسلم جیسے کبیرہ گناہ سے محفوظ فرمائے۔ اٰمین بجاہِ النبی الکریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

مذاق اُڑانے کا شرعی حکم مذاق اُڑانے کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ عبدُ المصطفیٰ اعظمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اہانت (توہین) اور تحقیر (بے حُرمتی کرنے) کے لئے زبان یا اشارات یا کسی اور طریقے سے مسلمان کا مذاق اُڑانا حرام و گناہ ہے، کیونکہ اس سے ایک مسلمان کی تحقیر اور اس کی ایذا رسانی ہوتی ہے اور کسی مسلمان کی تحقیر کرنا اور اسے دکھ دینا سخت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔[6]

کثیر احادیث میں مسلمان کا مذاق اڑانے کی ممانعت بیان ہوئی ہے۔ جیسا کہ حضرت حسن رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کا مذاق اڑانے والے کے سامنے جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا: آؤ! آؤ! تو وہ بہت ہی بے چینی اور غم میں ڈوبا ہوا اس دروازے کے سامنے آئے گا، مگر جیسے ہی دروازے کے پاس پہنچے گا وہ دروازہ بند ہو جائے گا۔ پھر ایک اور دروازہ کھلے گا اور اس کو پکارا جائے گا: آؤ! آؤ! تو وہ بے چینی اور رنج و غم میں ڈوبا ہوا اس دروازے کے پاس جائے گا، مگر وہ بھی بند ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ ایک شخص کے لئے دروازہ کھلے گا اور اس کو پکارا جائے گا: آؤ! آؤ! مگر وہ ناامیدی کی وجہ سے اس دروازے پر نہیں آئے گا۔[7]

آیت کے دوسرے حصّے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی مسلمان میں فقر، محتاجی اور غریبی کے آثار نظر آئیں تو اس بنا پر اس کا مذاق نہ اُڑایا جائے، ہو سکتا ہے جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، وہ مذاق اُڑانے والی کے مقابلے میں دین داری کے لحاظ سے کہیں بہتر ہو۔ جیسا کہ امام ابنِ حجر مکی ہیتمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: کسی کو حقیر نہ سمجھو، ہو سکتا ہے وہ اللہ پاک کے نزدیک تم سے بہتر، افضل اور زیادہ مقرب ہو۔[8]

یاد رہے! کسی مسلمان سے ایسا مذاق کرنا حرام ہے، جس سے اُسے اذیت پہنچے، البتہ ایسا مذاق جو اُسے خوش کر دے، جسے خوش طبعی اور خوش مزاجی کہتے ہیں یہ جائز ہے۔ بلکہ کبھی کبھی خوش طبعی کرنا سنت بھی ہے، جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: حُضور پُر نور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کبھی کبھی خوش طبعی کرنا ثابت ہے، اسی لئے علمائے کرام فرماتے ہیں: کبھی کبھی خوش طبعی کرنا سنتِ مستحبہ ہے۔[9]

امام محمد غزالی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: وہ مزاح (جس سے اپنا اور سننے والے کا دل خوش ہو[10]) ممنوع ہے، جو حد سے زیادہ کیا جائے یا ہمیشہ اس میں مصروف رہا جائے۔ جہاں تک ہمیشہ مزاح کرنے کا تعلق ہے تو اس میں خرابی یہ ہے کہ یہ کھیل کود اور غیر سنجیدگی ہے، کھیل اگرچہ (بعض صورتوں میں) جائز ہے، لیکن ہمیشہ اسی کام میں لگ جانا مذموم ہے اور حد سے زیادہ مزاح کرنے میں خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے زیادہ ہنسی پیدا ہوتی ہے اور زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے، بعض اوقات دل میں بغض پیدا ہو جاتا ہے اور ہیبت و وقار ختم ہو جاتا ہے، لیکن جو مزاح ان اُمور سے خالی ہو وہ قابلِ مذمت نہیں، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک میں بھی مزاح کرتا ہوں اور میں (خوش طبعی میں) سچی بات ہی کہتا ہوں[11]۔[12]

اللہ کریم ہمیں جائز خوش طبعی کرنے اور ناجائز خوش طبعی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

① تفسیر خازن، پ26، الحجرات، تحت الآیۃ: 11، 4/169 ② ترمذی، 5/474-475، حدیث: 3920 ملتقطاً ③ فتاویٰ رضویہ، 23/194 ④ صراط الجنان، پ26، الحجرات، تحت الآیۃ: 11، 9/426 ⑤ معجم اوسط، 2/387، حدیث: 3607 ⑥ جہنم کے خطرات، ص173 ⑦ موسوعۃ، 7/183-184، حدیث: 287 ⑧ الزواجر، 2/11 ⑨ مراٰۃ المناجیح، 6/493-494 ⑩ مراٰۃ المناجیح، 6/493-494 ⑪ معجم اوسط، 1/283، حدیث: 995 ⑫ احیاء العلوم، 3/158

سلسلہ شرحِ حدیث

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

تحفہ

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ یعنی اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کیلئے کسی چیز کے تحفے کو حقیر نہ سمجھے، اگرچہ وہ بکری کا کُھر ہی کیوں نہ ہو۔[1]

کُھر کا ذکر کرنے کی وجہ کم گوشت والی ہڈی کو "فِرْسِن (کُھر)" کہتے ہیں (جو بظاہر ایک معمولی چیز ہے۔) حدیثِ پاک میں مذکور لفظِ "فِرْسِن" سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ معمولی چیز کا تحفہ دینے اور قبول کرنے میں مبالغہ کیا جائے، حقیقتاً کُھر مراد نہیں ہے، کیونکہ عام طور پر کُھر کو تحفے میں دینے کا رواج نہیں۔[2] حدیثِ مذکور کے تحت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مطلب حدیث کا یہ ہے کہ اگر تھوڑی چیز میسر آئے تو وہی ہدیہ کرے یہ نہ سمجھے کہ ذرا سی چیز کیا ہدیہ کی جائے یا یہ کہ کسی نے تھوڑی چیز ہدیہ کی تو اُسے نظرِ حقارت سے نہ دیکھے یہ نہ سمجھے کہ یہ کیا ذرا سی چیز بھیجی ہے! اس حکم میں خاص عورتوں کو ممانعت فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں یہ مادہ بہت پایا جاتا ہے بات بات پر اِس قسم کی نکتہ چینی کیا کرتی ہیں اور عموماً جو چیزیں ہدیہ بھیجی جاتی ہیں وہ عورتوں ہی کے قبضے میں ہوتی ہیں لہٰذا حکم دیا جاتا ہے کہ پڑوس والی کو چیز بھیجنے میں یہ خیال نہ کرے کہ کم ہے۔[3]

شوربے میں پانی زیادہ کردو ہمیں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اچھے سلوک میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق انہیں کچھ نہ کچھ ہدیہ بھیجتی رہیں، اس کی ترغیب حدیثِ مبارکہ میں بھی موجود ہے، چنانچہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! جب تم شوربہ پکاؤ تو اِس کا پانی زیادہ رکھو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔[4] حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ معمولی سالن بھی پڑوسیوں کو بھیجتے رہنا چاہیے، کیونکہ سرکار (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) نے یہاں شوربہ فرمایا گوشت کا ہو یا کسی اور چیز کا۔ دوسرے یہ کہ ہر پڑوسی کو ہدیہ دینا چاہیے قریب ہو یا دور اگرچہ قریب کا حق زیادہ ہے۔ تیسرے یہ کہ ہمیشہ لذت پر اُلفت اور محبت کو ترجیح دینا چاہیے، کیونکہ جب شوربے میں فقط پانی پڑے گا تو (اگرچہ) مزہ کم ہو جائے گا، لیکن اس کے ذریعے پڑوسیوں سے تعلقات زیادہ ہو جائیں گے۔[5] یاد رہے کہ پڑوسی سے مراد پڑوس کی خواتین ہیں اور نامحرم مردوں سے بات چیت اور راہ و رسم بڑھانے کی شریعت نے بالکل اجازت نہیں دی۔

تحفے کو حقیر سمجھ کر رد نہ کریں تحفے کو حقیر سمجھ کر رد کر دینا تکبر جبکہ معمولی تحفے کو بھی خوش دلی کے ساتھ قبول کرنا عاجزی، اعلیٰ ظرفی اور اخلاق کے بہترین ہونے کی علامت ہے۔ جس طرح ہم اللہ پاک کی ذات سے یہ اُمید رکھتی ہیں کہ

وہ ہمارے بظاہر معمولی نظر آنے والے اعمال و صدقات کو بھی اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ہمیں اپنی شان کے لائق اجر و ثواب عطا فرمائے، اسی طرح اللہ پاک کی مخلوق کے ساتھ بھی ہمیں یہی انداز رکھنا چاہئے کہ اگر ہماری کوئی غریب پڑوسن بظاہر معمولی نظر آنے والی چیز بھی ہدیہ بھیجے، تو اس کو حقیر سمجھ کر رد کر دینے کے بجائے شکریہ کے ساتھ قبول کر کے اسے اپنی استطاعت کے مطابق اچھا بدل دینے کی کوشش کریں۔

تحفہ محبت بڑھنے کا سبب ہے تحفہ دینے سے آپس میں محبتیں پروان چڑھتی ہیں، جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں ہے: تَهَادَوْا تَحَابُّوْا یعنی ایک دوسرے کو تحفہ دو، محبت بڑھے گی۔[6] ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ہے: تحفہ دیا کرو کہ اس سے حسد دور ہوتا ہے۔[7]

تحفہ قبول کرنا سنت ہے تحفہ قبول کرنا ہمارے پیارے اور آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سنت بھی ہے۔ آپ ہر طرح کا تحفہ قبول فرماتے اور اس میں ادنیٰ و اعلیٰ کا امتیاز نہ فرماتے، جیسا کہ خود ارشاد فرماتے ہیں: مجھے اگر ایک دستی یا پائے کے لئے دعوت دی جائے، تو ضرور میں قبول کروں گا اور اگر تحفے میں مجھے دستی یا پایا بھیجا جائے، تو ضرور قبول کرلوں گا۔[8] ایک اور جگہ فرمایا: مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدُّهُ، فَاِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمِلِ طَيِّبُ الرِّيحِ جس پر خوشبو (تحفۃً) پیش کی جائے وہ اسے واپس نہ کرے کہ اس کا بوجھ ہلکا ہے خوشبو اچھی ہے۔[9]

تحفہ نہ لوٹانے کی وجہ علامہ طیبی رحمۃُ اللہِ علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: تحفے کو واپس نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تحفہ جب معمولی اور فائدہ مند ہو تو اسے واپس نہ کرو، تاکہ تحفہ دینے والے کی دِل شکنی نہ ہو۔[10] حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: رَيْحَانٌ سے ہر خوشبو مراد ہے، پھول ہوں یا عطر چنبیلی وغیرہ کا تیل۔ اگرچہ دوسرے ہدیے بھی واپس کرنا خلافِ اخلاق ہے مگر خوشبو واپس کرنا تو بہت ہی خشک مزاجی کی دلیل ہے کہ اس میں وزن ہلکا، قیمت معمولی (اور) خوشبو اعلیٰ ہے۔[11]

تحفہ رد کرنا دل آزاری کا باعث ہے تحفہ رد کر دینا دل آزاری کا باعث ہے، جبکہ بہترین مسلمان کی علامت تو یہ ہے کہ وہ اپنی زبان، ہاتھ اور دیگر اعضا سے مسلمانوں کو تکلیف نہیں پہنچاتا، لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ اپنے محرم یا کسی اسلامی بہن کے دیئے ہوئے معمولی تحفے کو حقیر سمجھنے، قول و فعل سے اس کا اظہار کرنے، دوسروں کے سامنے اس کا مذاق اُڑانے اور اس کی تذلیل کرنے کی بجائے یہ سوچ کر خوش دلی کے ساتھ قبول کریں کہ یہ تحفہ اگرچہ معمولی ہے، لیکن اس نے کتنی محبت و خلوص کے ساتھ دیا ہے، یوں باہمی محبتیں بڑھنے کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی ثواب حاصل ہو گا۔ البتہ ناجائز محبت کرنے والوں کا آپس میں تحفے تحائف کا لین دین کرنا رشوت ہے، چنانچہ

عاشق و معشوق کے آپس میں تحائف دینے کے متعلق فقہِ حنفی کی مشہور کتاب "بحر الرائق" میں ہے: عاشق و معشوق (ناجائز محبت میں گرفتار) آپس میں ایک دوسرے کو جو (تحائف) دیتے ہیں وہ رشوت ہے، انہیں اس تحفے کا واپس کرنا واجب ہے اور ایسے تحفے (لینے والے کی) ملکیت میں داخل نہیں ہوتے۔[12] لہٰذا ان کا آپس میں تحفہ لینا اور دینا دونوں ہی ناجائز و حرام ہے۔ اگر کسی نے یہ تحائف لئے ہیں تو اس پر توبہ کے ساتھ ساتھ یہ تحائف واپس کرنا بھی لازم ہے۔[13] اللہ پاک ہمیں پڑوسنوں کے حقوق ادا کرنے، مسلمانوں کی دل آزاری اور انہیں حقیر سمجھنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمِین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

①بخاری، 2/165، حدیث: 2566 ②ارشاد الساری، 6/4 ملخصاً ③بہارِ شریعت، حصہ: 14، 3/66 ④مسلم، ص1084، حدیث: 6688 ⑤مراٰۃ المناجیح، 3/121 ⑥موطا امام مالک، 2/407، حدیث: 1731 ⑦مشکوٰۃ، 1/558، 557، حدیث: 3027 ⑧بخاری، 2/166، حدیث: 2568 ⑨مسلم، ص953، حدیث: 5883 ⑩مرقاۃ، 5/1045 ⑪مراٰۃ المناجیح، 4/352 ملتقطاً ⑫بحر الرائق، 6/441 ⑬ویلنٹائن ڈے، ص23

عقیدہ نبوت ورسالت

اللہ پاک نے زمین میں اپنی خلافت کے لئے اپنے دست قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا، پھر جنت میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد انہیں اور ان کی زوجہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو ان کی پیدائش کے اصل مقصد کی تکمیل کے لیے درخت کا پھل کھانے کے بعد جنت سے زمین پر اتار دیا گیا۔ اللہ پاک نے انہیں اولاد کی نعمت سے نوازا جس سے رفتہ رفتہ انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور لوگ مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہو کر زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہوتے چلے گئے۔ ابتدا میں تمام انسان اللہ پاک کی وحدانیت پر ایمان رکھتے اور صرف اسی کی عبادت کرتے تھے، لیکن گزرتے وقت کے ساتھ ابلیس کی فریب کاریوں اور وسوسوں کا شکار ہو گئے، یہاں تک کہ خالقِ حقیقی، معبودِ برحق کی بندگی چھوڑ دی اور اپنے ہی ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کو خدا کا شریک اور اپنا معبود ٹھہرا لیا۔ کفر و شرک، گمراہی اور بد عملی کے ہر دور میں لوگوں کو اللہ پاک کی وحدانیت پر ایمان لانے، شرک سے روکنے، جنت کی بشارت دینے اور رب کی نافرمانیوں پر عذاب کی وعید سنانے کے لیے اللہ پاک نے اپنے کچھ خاص اور مقرب بندوں کو پیدا فرما کر انہیں نبوت و رسالت کا منصب عطا فرمایا۔ یاد رہے کہ اللہ پاک پر کسی قوم کی ہدایت کے لئے نبی کا بھیجنا واجب نہیں، البتہ یہ اس کا فضل و کرم ہے کہ اس نے لوگوں کی ہدایت کے لیے انبیا بھیجے۔ نیز نبوّت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعہ سے حاصل کر سکے، بلکہ محض عطائے الٰہی ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے، ہاں! دیتا اسی کو ہے جسے اس منصبِ عظیم کے قابل بناتا ہے، جو قبلِ حصولِ نبوت تمام اخلاقِ رذیلہ (گھٹیا اخلاق) سے پاک اور تمام اخلاقِ فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ (تمام) مدارجِ ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزّہ (پاک) ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو، اسے عقلِ کامل عطا کی جاتی ہے، جو اوروں کی عقل سے بدرجہا (کئی گنا) زائد ہے۔ چنانچہ خدا کی توحید کے ساتھ رسول کی رسالت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ فرعون نے کہا:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ (پ11، یونس:90)

یعنی صرف خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی رسالت پر ایمان نہیں لایا، اس لئے وہ مومن نہ ہو سکا۔[1] یہی وجہ ہے کہ اسلام میں توحید کے بعد سب سے زیادہ اہمیت عقیدۂ رسالت کی ہے۔ بلکہ تمام رسولوں پر ایمان لانا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے، جیسا کہ تفسیر نسفی میں ہے: ہر رسول تمام رسولوں پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے۔ لہٰذا جس نے کسی ایک رسول کو جھٹلایا تو گویا اس نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔[2]

نبی اور رسول میں فرق نبی اس بشر (یعنی انسان) کو کہتے ہیں جس کی طرف اللہ پاک نے مخلوق کی ہدایت و راہ نمائی کے لیے وحی بھیجی ہو اور ان میں سے جو نئی شریعت یعنی اسلامی قانون اور خدائی احکام لے کر آئے اسے رسول کہتے ہیں۔ ☆ رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ فرشتوں میں بھی رسول ہیں، جبکہ

انبیا سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔

انبیا و رُسل سے متعلق چند بنیادی عقائد ☆نبی ہونے کے لیے اس پر وحی ہونا ضروری ہے، خواہ فرشتہ کی معرفت ہو یا بِلا واسطہ۔☆وحیِ نبوت، انبیا کے لیے خاص ہے، جو اسے کسی غیرِ نبی کے لیے مانے کافر ہے۔☆نبی کو خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے، اس کے جھوٹے ہونے کا احتمال نہیں۔☆جو شخص نبی سے نبوّت کا زوال جائز جانے کافر ہے۔☆نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ اور یہ عصمت نبی اور مَلَک کا خاصہ ہے، کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیا کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بد دینی ہے۔ عصمتِ انبیا کے یہ معنٰی ہیں کہ ان کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہو لیا، جس کے سبب ان سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے۔ بخلاف ائمہ و اکابر اولیا، کہ اللہ پاک انہیں محفوظ رکھتا ہے، ان سے گناہ ہوتا نہیں، مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔☆اللہ پاک نے انبیا علیہمُ السلام پر بندوں کے لیے جتنے احکام نازل فرمائے انہوں نے وہ سب پہنچا دیئے، جو یہ کہے کہ کسی حکم کو کسی نبی نے چھپا رکھا، تقیہ یعنی خوف کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے نہ پہنچایا، کافر ہے۔☆احکامِ تبلیغیہ میں انبیا سے بھول چوک محال ہے۔☆رُسل و انبیا برص و جذام اور ایسے امراض جن سے لوگ گھن کھاتے ہوں ایسے امراض سے پاک ہوتے ہیں۔☆انبیائے کرام، تمام مخلوق یہاں تک کہ رسلِ ملائکہ سے افضل ہیں۔☆نبی کی تعظیم فرضِ عین، بلکہ اصلِ تمام فرائض ہے۔ کسی نبی کی ادنیٰ توہین یا تکذیب، کفر ہے۔☆نبیوں کے مختلف درجے ہیں، بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور سب میں افضل ہمارے آقا و مولیٰ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہیں۔☆انبیا علیہمُ السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں، جیسے دنیا میں تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں، تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کے لیے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی، پھر بدستور زندہ ہوگئے، ان کی حیات، حیاتِ شہدا سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔☆سب میں پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہوئے اور سب میں پہلے رسول جو کفار پر بھیجے گئے حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔[3]

اسمائے انبیا یوں تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تک بہت سے انبیا علیہمُ السلام تشریف لائے، البتہ ان میں سے 27 کا ذکر صراحت کے ساتھ قراٰنِ مجید میں موجود ہے، جن کے نام یہ ہیں: (1) حضرت آدم (2) حضرت نوح (3) حضرت ابراہیم (4) حضرت اسماعیل (5) حضرت اسحاق (6) حضرت یعقوب (7) حضرت یوسف (8) حضرت موسیٰ (9) حضرت ہارون (10) حضرت خضر (راجح قول کے مطابق یہ بھی نبی ہیں) (11) حضرت شعیب (12) حضرت لوط (13) حضرت ہود (14) حضرت داؤد (15) حضرت سلیمان (16) حضرت ایوب (17) حضرت زکریا (18) حضرت یحییٰ (19) حضرت عیسیٰ (20) حضرت الیاس (21) حضرت یسع (22) حضرت یونس (23) حضرت ادریس (24) حضرت ذوالکفل (25) حضرت صالح (26) حضرت عزیر علیہم السلام اور (27) خاتمُ الانبیاء، محمد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم۔ ان کے علاوہ تورات میں حضرت شیث، حضرت دانیال، حضرت یوشع، حضرت شمویل، حضرت ارمیا اور حضرت شعیا علیہم السلام کے مبارک نام بھی مذکور ہیں۔[4]

انبیا و مرسلین کی تعداد انبیا و مرسلین علیہمُ الصّلوۃ وَالسّلام کی تعداد سے متعلق روایات مختلف ہیں، اس لئے ان کی صحیح تعداد اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمارے لیے حکم یہ ہے کہ ہم ان کی کوئی تعداد معین نہ کریں، کیونکہ معین تعداد پر ایمان لانے میں کسی نبی کی نبوت کا انکار ہونے یا کسی غیرِ نبی کو نبی مان لینے کا احتمال موجود ہے اور یہ دونوں باتیں بذاتِ خود کفر ہیں۔ انبیائے کرام سے متعلق مزید معلومات کے لئے مکتبۃ المدینہ کی کتاب "بہارِ شریعت، حصہ اول" اور "سیرتُ الانبیاء" کا مطالعہ فرمائیے۔

---

① عجائب القرآن، ص 315 ② تفسیر صراط الجنان، 5/ 258

③ سیرتُ الانبیاء، ص 31، 29 ④ بہار شریعت، حصہ: 1، 1/ 28 تا 58 ماخوذاً

شان و برکاتِ نامِ

اللہ پاک نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو بے شمار عظمتوں رفعتوں، رحمتوں سے نوازا، پوری کائنات میں جیسا مقام و مرتبہ آپ کو عطا ہوا وہ آپ ہی کا خاصہ ہے، آپ کے فضائل و کمالات اور خصوصیات کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ آپ کے پیارے نام محمد کو اللہ پاک نے ایسی ایسی برکتیں عطا فرمائی ہیں کہ عقلیں دنگ ہیں۔ قرآنِ کریم میں لفظ محمد 4 مرتبہ ذکر ہوا ہے، کتاب المنتقی جلد 9 صفحہ 456 پر ہے: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ مکہ آپس میں یہ گفتگو کیا کرتے تھے کہ جس گھر میں بھی محمد نام کا کوئی فرد ہوتا ہے تو اس گھر میں خیر و برکت ہوتی ہے اور ان کے رزق میں کثرت ہوتی ہے۔ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظِ محمد کے معنٰی ہیں: ہر طرح، ہر وقت، ہر زمانہ، ہر زبان میں حمد و ثنا کئے ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسے حضورِ انور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تمام خلقت سے افضل، تمام رسولوں کے سردار ہیں، اسی طرح آپ کا نام شریف بھی تمام نبیوں کے بلکہ تمام خلق کے ناموں کا سردار ہے۔[1] چنانچہ آمدِ مصطفےٰ سے قبل جو نامِ محمد کی شان و برکات ظہور پذیر ہوئیں، ان میں سے چند ملاحظہ کیجئے:

(1) نامِ محمد کی برکت سے اللہ پاک نے ابو البشر حضرت آدم علیہ السّلام کی لغزش کو معاف فرمایا، چنانچہ جب آپ سے لغزش ہوئی تو آپ علیہ السّلام نے یوں دعا کی: یَا رَبِّ اَسْاَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَّمَا غَفَرْتَ لِی۔ اے میرے رب! صدقہ محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا میری مغفرت فرما۔ اللہ پاک نے فرمایا: اے آدم! تو نے محمد کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے ان کو پیدا نہیں کیا۔ حضرت آدم نے عرض کی: جب تو نے مجھے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا اور عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه تو میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کو ذکر کیا ہے جو تیرے نزدیک محبوب ترین خلق ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا۔[2]

اسی طرح آپ نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السّلام سے فرمایا: تم جب بھی اللہ پاک کا ذکر کرو تو ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا نامِ مبارک بھی ذکر کرنا، کیونکہ میں نے اس وقت بھی اُن کا مبارک نام عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا تھا، جب میں روح اور مٹی کے درمیان (تخلیقی مراحل میں) تھا، پھر جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو اس وقت بھی میں نے ہر جگہ ان کا اسمِ گرامی لکھا دیکھا۔ میرے ربّ کریم نے مجھے جنت میں ٹھہرایا تو وہاں بھی میں نے ہر جنتی محل اور بالا خانے پر نامِ محمد لکھا پایا۔ اس کے علاوہ حورُ العین کی پیشانیوں، درختِ طوبیٰ و درختِ سدرۃُ المنتہیٰ اور دیگر جنتی درختوں کے

پتوں، نیز حجاباتِ الٰہیہ کے کناروں اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان بھی یہی نامِ محمد لکھا ہوا دیکھا ہے۔ لہٰذا ان کا کثرت سے ذکر کرنا، بے شک فرشتے بھی ہر گھڑی ان کے ذکرِ خیر سے اپنی زبان تر رکھتے ہیں۔[3] نیز حضرت آدم علیہ السّلام کے دونوں شانوں کے درمیان مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖن لکھا ہوا تھا۔[4]

(2) سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے نام کی برکتوں میں سے ایک برکت یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی کشتی اس مبارک نام کی بدولت جاری ہوئی۔[5] اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں:

تیری رحمت سے صَفِیُّ اللہ کا بیڑا پار تھا
تیرے صدقے سے نَجِیُّ اللہ کا بجرا تر گیا

(3) حضرت وہب بن منبہ رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جو 200 سال تک اللہ پاک کی نافرمانی کرتا رہا، جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اسے گھسیٹ کر کسی جگہ پھینک دیا۔ اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی فرمائی: جا کر اس کی نمازِ جنازہ ادا کریں تو آپ علیہ السّلام نے عرض کی: یا اللہ! بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ وہ 200 سال تک تیری نافرمانی کرتا رہا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا: وہ ایسا ہی تھا مگر جب بھی وہ تورات کھولتا اور نامِ محمد کو دیکھتا تو اسے چوم کر آنکھوں سے لگاتا اور ان پر دُرود پڑھتا تھا۔ تو میں نے اس کا یہ عمل قبول کر کے اس کے گناہ معاف کر دیئے اور 70 جنتی حوروں سے اس کا نکاح کر دیا ہے۔[6]

(4) آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے دادا حضرت عبد المطلب رضی اللہُ عنہ نے آپ کا نام محمد رکھا اور اسی نام پر آپ کا عقیقہ کیا۔ لوگوں نے پوچھا: آپ نے اپنے پوتے کا نام محمد کیوں رکھا (جبکہ) آپ کے آباؤ اجداد میں کسی کا بھی یہ نام نہیں رہا؟ تو آپ نے جواب دیا: میں نے اس نیت سے اور اس اُمید پر اس بچے کا نام محمد رکھا ہے کہ تمام روئے زمین کے لوگ اس کی تعریف کریں گے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے اس امید پر محمد نام رکھا ہے کہ اللہ پاک آسمانوں میں اس کی تعریف فرمائے گا اور زمین میں خدا کی تمام مخلوق اس کی تعریف کرے گی۔ حضرت عبد المطلب رضی اللہُ عنہ کی اس نیت اور امید کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آپ کی پشت سے ایک چاندی کی زنجیر نکلی جس کا ایک کنارہ زمین میں ہے اور ایک سرا آسمان کو چھو رہا ہے، نیز تمام مشرق و مغرب کے انسان اس زنجیر سے چمٹے ہوئے ہیں۔ حضرت عبد المطلب رضی اللہُ عنہ نے جب قریش کے کاہنوں سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے اس خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ آپ کی نسل سے عنقریب ایک ایسا لڑکا پیدا ہو گا کہ تمام اہلِ مشرق و مغرب اس کی پیروی کریں گے اور تمام آسمان و زمین والے اس کی مدح و ثنا کا خطبہ پڑھیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہُ عنہا نے آپ کا نام محمد رکھا، کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ان کے شکمِ مبارک میں رونق افروز تھے تو انہوں نے خواب میں ایک فرشتے کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا: اے آمنہ! سارے جہان کے سردار تمہارے شکم میں تشریف فرما ہیں، جب یہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھنا۔[7]

یاد رہے! نامِ محمد کی برکتوں کا یہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ولادت سے قبل دنیا کی حد تک محدود نہیں بلکہ کل بروزِ قیامت بھی اس مبارک نام کی برکات سے کثیر مخلوق کو فیض ملے گا۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ روزِ قیامت دو شخص بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو حکم ہو گا انہیں جنت میں لے جاؤ۔ وہ عرض کریں گے: الٰہی! ہم کس عمل کے سبب جنت کے قابل ہوئے؟ جبکہ ہم نے کوئی نیک کام نہ کیا تھا! فرمایا جائے گا: جنت میں جاؤ! میں نے حلف کیا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو، دوزخ میں نہ جائے گا۔[8]

---

1 تفسیر نعیمی، 4/220 ملتقطاً 2 سیرت رسول عربی، ص700 3 تاریخ ابن عساکر، 23/281، رقم: 2781 4 الخصائص الکبریٰ، 1/14 5 زرقانی علی المواھب، 4/238 6 حلیۃ الاولیاء، 4/45، حدیث: 4695 7 مواہب لدنیہ و شرح زرقانی، 4/161-162 ملتقطاً 8 مسند الفردوس، 2/503، حدیث: 8515

حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ

اللہ پاک نے دیگر انبیائے کرام علیہمُ السّلام کی طرح اپنے پیارے نبی حضرت صالح علیہ السّلام کو بھی معجزات سے نوازا، بلکہ آپ کی اونٹنی والے مشہور معجزے کا بیان تو پارہ 8 سورۃ الاعراف کی آیت 73 اور پارہ 12 سورۂ ہود کی آیت 64 میں مذکور ہے۔ اس معجزے کا مختصر تذکرہ ملاحظہ فرمائیے:

ایک دن حضرت صالح علیہ السّلام قومِ ثمود کے لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمانے کیلئے تشریف لائے تو قوم کے سرداروں نے کہا: اگر آپ واقعی اللہ پاک کے رسول ہیں تو اس پہاڑ کی چٹان سے ایسی اونٹنی نکالیں جو 10 ماہ کی حاملہ، طاقت ور، خوبصورت اور ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہو اور نکلتے ہی بچہ جنے۔ آپ علیہ السّلام نے اُن سے پوچھا: اگر میں نے تمہارا مطالبہ پورا کر دیا تو کیا تم لوگ ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے حامی بھر لی۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السّلام نے دو رکعت نماز پڑھ کر دُعا کی اور اس چٹان کی طرف اشارہ فرمایا تو اسی وقت چٹان پھٹی اور اس میں سے مذکورہ اوصاف والی اونٹنی نکل آئی جو حاملہ تھی اور اس نے ایک بچہ بھی جنا جو کہ اس اونٹنی کے جتنا ہی تھا۔ حضرت صالح علیہ السّلام کا یہ عظیم الشّان معجزہ دیکھ کر جندع نامی ایک سردار اپنے خاص لوگوں کے ساتھ آپ پر ایمان لے آیا جبکہ دیگر لوگ کفر پر ہی قائم رہے۔[1]

اُونٹنی کی پیدائش میں معجزات اس اونٹنی کی پیدائش ایک معجزہ نہ تھا، بلکہ اس سے کئی معجزات کا ظہور ہوا: (1) وہ اونٹنی نہ کسی پیٹھ میں رہی، نہ کسی پیٹ میں، نہ کسی نر سے پیدا ہوئی نہ مادہ سے، نہ حمل میں رہی نہ اس کی پیدائش آہستہ آہستہ کمال کو پہنچی، بلکہ وہ پہاڑ کے ایک پتھر سے اچانک پیدا ہوئی۔ اس کی یہ پیدائش معجزہ ہے۔ (2) ایک دن وہ پانی پیتی اور دوسرے دن پوری قومِ ثمود۔ یہ بھی معجزہ ہے کہ ایک اونٹنی ایک قبیلے کے برابر پانی پی جائے۔ (3) اس کے پینے کے دن اس کا دودھ دوہا جاتا تھا اور وہ اتنا ہوتا تھا کہ تمام قبیلے کو کافی ہو اور پانی کے قائم مقام ہو جائے۔ (4) تمام جنگلی جانور و حیوانات اس کی باری کے روز پانی پینے سے باز رہتے تھے۔[2] یہ سب معجزات حضرت صالح علیہ السّلام کی نبوت کے سچا ہونے کی بہترین نشانیاں تھیں۔[3]

اونٹنی کے قتل پر عذابات ان لوگوں کے کہنے پر قدار بن سالف نامی شخص نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ کر اس کو قتل کر دیا، پھر ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السّلام اور ان کے تمام اہل و عیال کو معاذ اللہ شہید کرنے کا ارادہ کر کے اپنی قوم کے 9 اہم افراد کو اس کام کے لئے تیار کیا، ادھر اللہ پاک نے اس رات حضرت صالح علیہ السّلام کے مکان کی حفاظت کیلئے فرشتے بھیج دیئے، جب وہ لوگ حضرت صالح علیہ السّلام کو شہید کرنے آئے تو فرشتوں نے ان کو پتھر مارے، وہ پتھر تو انہیں نظر آتے لیکن مارنے والے نظر نہ آتے، اس طرح ان سب کو اللہ پاک نے ہلاک کیا اور ان کے علاوہ ساری قوم کو ہولناک آواز سے ہلاک کر دیا۔[4] قومِ ثمود کو اللہ پاک نے 3 طرح کے عذابات دیئے: زلزلہ، ہولناک آواز اور ذلت کے عذاب کی کڑک۔ ان تینوں کا ذکر قرآنِ کریم میں موجود ہے۔

---

(1) سیرت سید الانبیاء، 241 تا 244 ملخصاً (2) تفسیر خازن، 2/112 ملخصاً (3) تفسیر صراط الجنان، 3/361 (4) تفسیر خازن، 3/415

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ ڈبل ایم اے(اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

شرحِ سلامِ رضا

(5)

> عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
> فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: زیب وزینت: آرائش وسجاوٹ۔ عرشی درود: عرش والا درود۔ طیب: خوشبو۔ نزہت: پاکیزگی۔

مفہوم شعر: اُس بابرکت ذات پر عرشی یعنی عرشِ اعظم کی شان کے لائق دُرود، جو معراج کی رات عرش کی زیب وزینت کا سبب بنی اور زمین کی تمام خوشبوئیں، رعنائیاں اور پاکیزگیاں جن کے دم قدم سے ہیں، ان کی ذات پہ لاکھوں سلام۔

شرح: ہمارے پیارے آقا اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم معراج کی رات عرشِ معلیٰ کی تمام تر خوبصورتیوں اور آرائش وزیبائش کا سبب بنے اور اس زمین کی تمام تر رونقیں بھی آپ کے دم قدم سے ہیں۔ فرش کی زیب وزینت سے ایک مراد یہ بھی لی جاسکتی ہے کہ روزِ محشر کی ساری دھوم کا باعث حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ہی ذات ہے۔

> فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
> کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب عرش پر جلوہ گر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایسا دُرودو سلام پیش کیا گیا، جو عرشِ اعظم کی شان کے لائق تھا یا عرشی دُرود سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عرش پر مقرر کردہ فرشتوں نے جو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر درودو سلام بھیجے۔

(6)

> نورِ عینِ لطافت پہ الطف دُرود
> زیب و زینت نظافت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: عین: سراپا، بالکل۔ لطافت: نفاست، پاکیزگی۔ الطف: انتہائی مقدس، پاکیزہ۔

مفہومِ شعر: سراپا نور حقیقی پاکیزگی وطہارت کے پیکر، نبی مکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر انتہائی مقدس درود ہو اور سلام ہو اس بابرکت ذات پر جن کی برکت سے پاکیزگی کو بھی حسن عطا ہوا۔

شرح: نورِ عین: نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سراپا نور ہیں، سورہ مائدہ کی آیت 15 میں ارشاد ہوتا ہے: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔ یہاں نور سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہیں۔

لطافتِ جسمِ نبوی: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سراپا نور ہونے کے باوجود لوگوں کی رہنمائی وہدایت کے لئے لباسِ بشریت میں تشریف لائے، لیکن آپ کی بشریت جسمانی کثافتوں سے مبرا تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ کا جسمِ اَطہر کائنات کی ہر شے سے بڑھ کر لطیف تھا، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا سایہ بھی نہیں تھا۔ **زیب و زین نظافت:** حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے جسمِ اقدس کی نظافت کا عالم کیا بیان کیا جائے کہ نظافت کو بھی آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پاکیزگی کا صدقہ ملا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہی پاکیزگی کو حسن عطا فرمانے والے ہیں۔

(7)

سرو ناز قدم مغز راز حکم
یکہ تاز فضیلت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: سرو: صنوبر کا درخت، مراد قدِ محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے۔ ناز: ادا۔ قِدم: قدیم۔ مغز: دماغ و اصل۔ راز: بھید۔ حکم: حکمتیں۔ یکہ: بے مثل۔ تاز: سبقت لے جانا۔

مفہومِ شعر: ہمارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا سراپائے اقدس شاہکارِ قدرت ہے اور آپ قدرت کے راز اور حکمتوں کا مخزن ہیں اور آپ تمام مخلوق پر فوقیت لے جانے والے بے مثل و بے مثال ہیں، آپ کی ذات پر لاکھوں سلام ہوں۔

شرح: سرو ناز قدم: اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اس قدر حسین بنایا کہ آپ یکتا و بے مثل قرار پائے، آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا، مگر جب آپ صحابۂ کرام کے درمیان کھڑے ہوتے تو سب سے اونچے دکھائی دیتے، آپ سر تا قدم حُسنِ مجسّم تھے، آپ بے مثل اور تمام عیوب و نقائص سے مبرا تھے، آپ کمال درجہ حسین و متناسب اور دلکشی و رعنائی کے حامل تھے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ کے جسمِ اطہر کے اعتدال کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آپ کا جسمِ اطہر نہایت خوبصورت اور خوش نما تھا۔

مغز راز حکم: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اللہ پاک کے اَسرار و رموز سے کاملاً آگاہ اور ان کا خزانہ و مرکز ہیں، جو حکمتیں آپ کو عطا کی گئیں، دوسرے ان کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔

غنچے ما اوحیٰ کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں
بلبلِ سدرہ تک ان کے بو سے بھی محرم نہیں

یکہ تاز فضیلت: آپ تمام فضائل کے جامع اور ہر فضیلت میں دوسروں پر سبقت لے جانے والے ہیں، یعنی کائنات کے تمام افراد میں جو فضیلتیں الگ الگ ظہور پذیر ہوئیں، وہ تمام بلکہ اس سے کئی زیادہ آپ کی ذاتِ اقدس میں جمع کر دی گئیں، آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تمام انبیاء سے بھی افضل و اعلیٰ ہیں۔

(8)

نقطہ سر وحدت پہ یکتا دُرود
مرکز دور کثرت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: نقطہ: خط کی انتہا۔ سر: راز، بھید۔ وحدت: اللہ پاک کا ایک ہونا۔ یکتا: بے مثل۔ مرکز: دائرہ کا وسط۔ دور: عہد۔ کثرت: بہتات۔

مفہومِ شعر: توحید کے رازوں کے آخری امین پر بے مثل درود وسلام ہوں اور تمام مخلوق کے مرکز اور نقطۂ کمال پر بھی۔

شرح: نقطہ سرّ وحدت: وہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جو اللہ پاک کے سربستہ رازوں کا نقطۂ آغاز بھی ہیں اور تخلیقِ کائنات کا نقطہ کمال بھی۔ اسی مفہوم کو کسی نے کیا خوب اس انداز میں بیان کیا ہے:

محمد نقطۂ آغاز ہیں امکان کے خط کا
انہیں کا نور غالب ہے جمالستانِ امکاں پر

مرکز دور کثرت: حضور رحمت عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہی نوعِ انسانی کی تخلیق میں اصل مقصود ہیں اور ساری انسانیت کا خلاصہ اور عمدہ حصہ آپ ہی ہیں نیز آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم انسانیت کی لڑی کے وسط میں پرویا جانے والا سب سے بڑا و بیش قیمت موتی ہیں۔[1] یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس تمام کائنات کا مرکز ہے، ہر شے اپنے اپنے دائرۂ کار میں آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہی کے گرد گھومتی ہے، یعنی جس طرح جہاں سے بھی کوئی اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے، انجام کار گھوم کر وہیں پہنچتا ہے جہاں سے اس نے آغاز کیا تھا۔

اِنَّـآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡـكَوۡثَرَ
ساری کثرت پاتے یہ ہیں

[1] لطائف المعارف، ص90

آپریشن کے ذریعے بچوں کی پیدائش

سوال: اخبار میں یہ خبر آئی ہے کہ گزشتہ 15 سالوں میں ڈیلیوری آپریشنز کا خطرناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق صرف 2015ء میں تین کروڑ بچوں کی پیدائش آپریشن کے ذریعے ہوئی جو اس سال پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد کا 21 فیصد ہے اور ان میں سے تقریباً 44 لاکھ 55 ہزار بچوں کی پیدائش میں آپریشن کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ لاکھوں خواتین غیر ضروری طور پر آپریشن کے مرحلے سے گزر کر خود کو خطرے میں ڈال رہی ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں کیا کرنا چاہیے؟

جواب: میں نے لڑکپن کی عمر میں آپریشن کا نام ہی نہیں سُنا تھا، اس دور میں عام طور پر ڈلیوریاں گھروں پر ہوتی تھیں اور دائیاں (Midwives) گھروں پر آتی تھیں اور اپنے تجربات کی بنا پر آپریشن کے بغیر نارمل ڈلیوری کیا کرتی تھیں۔

اس حوالے سے مجھے کسی نے بتایا تھا کہ ایک غیر مسلم دائی کو اپنے کسی کیس میں یہ معاملہ پیش آیا کہ ڈلیوری نہیں ہو پا رہی تھی اور مریضہ کو بہت دشواری اور تکلیف کا سامنا تھا۔ اس دائی نے کمرے کے دروازے سے باہر نکل کر اس طرح کہا: اے مسلمانوں کے غوثِ پاک! میں نے سنا ہے کہ آپ اپنے مریدوں کی مدد کرتے ہیں، اگرچہ میں تو مسلمان نہیں ہوں لیکن یہ عورت مسلمان ہے، آپ کی مریدنی ہے اور آپ کو ماننے والی ہے، اس کا مسئلہ حل نہیں ہو پا رہا آپ اس کا مسئلہ حل فرما دیجئے! یہ کہنے کے بعد جب وہ دائی اندر گئی تو نارمل ڈلیوری ہو گئی۔ غوثِ پاک رحمۃُ اللہِ علیہ کی یہ کرامت دیکھ کر وہ دائی مسلمان ہو گئی۔

ڈلیوری کیس سے متعلق انکشافات

پھر ڈلیوری (Delivery) کیس کے سلسلے میں رفتہ رفتہ ہسپتال کا رُخ کیا جانے لگا۔ آجکل Profession (یعنی پیشے) کے طور پر زیادہ تر آپریشن ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایسے کیس سُننے میں آئے ہیں کہ ایک لیڈی ڈاکٹر نے کہہ دیا کہ آپریشن ہو گا تو دوسری لیڈی ڈاکٹر نے کہا کہ آپریشن کی ضرورت نہیں ہے اور میں بغیر آپریشن کے ڈلیوری کر دوں گی اور پھر جب اس نے بغیر آپریشن کے ڈلیوری کر دی تو جس ڈاکٹر نے آپریشن کا کہا تھا اس کی Insult (یعنی بے عزتی) ہوئی اور یہ اس لیڈی ڈاکٹر پر برہم ہوئی کہ تم نے بغیر آپریشن کے ڈلیوری کیوں کی؟ اِسی طرح ایک کیس یہ بھی ہوا کہ جب ایک ہسپتال گئے تو کہا گیا کہ آپریشن ہو گا اور اتنی رقم لگے گی اور پھر جب دوسرے ہسپتال گئے تو پہلے والے ہسپتال سے زیادہ رقم بتائی گئی اور کہا گیا کہ اتنا اتنا خرچہ ہو گا مگر ہم نارمل ڈلیوری کر دیں گے اور پھر زیادہ پیسے لے کر نارمل ڈلیوری کر دی گئی۔

پیسوں کی خاطر کسی کی جان تکلیف میں نہ ڈالیے

بد قسمتی سے آج کل یہ Business (یعنی کاروبار) چل رہا ہے اور ڈاکٹر، لوگوں کی جانوں سے کھیل رہے ہیں۔ چوروں اور ڈاکوؤں کو سب بُرا بولتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ ڈاکٹر ان

سب سے بُرے ڈاکو ہیں جو پیسوں کی خاطر لوگوں کی جانوں سے کھیلتے ہیں۔ یاد رہے! سب ڈاکٹر ایسے نہیں ہوتے، ان میں آپ کو رحم دل بھی ملیں گے جیسا کہ ایک لیڈی ڈاکٹر نے آپریشن کا کہا تھا جبکہ دوسری نے زیادہ پیسے بھی نہیں لیے تھے اور شاید خوفِ خدا کی وجہ سے نارمل ڈلیوری بھی کر دی تھی جس کی بنا پر پہلی ڈاکٹر اس سے بگڑ گئی کہ تو نے میرا گاہک کیوں خراب کیا؟ البتہ جو ڈاکٹر لوگوں کی جانوں سے کھیلتے ہیں یہ سفید پوش ڈاکو ہیں اور ڈاکو سے بڑا کوئی لقب نہیں جو میں انہیں دے سکوں۔ آپریشن فیل ہونے کے سبب اگر بندہ مر بھی جائے تب بھی ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیونکہ یہ ہر آپریشن میں پہلے سے ہی اِس بات پر سرپرست سے سائن کروا لیتے ہیں کہ اگر دورانِ آپریشن مریض فوت ہو گیا تو ہماری کچھ ذمہ داری نہیں۔ ہسپتالوں میں اس طرح کی Formality رائج ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ دیانت داری سے آپریشن بھی کیا جائے، مگر اب تو بد دیانتیاں ہو رہی ہیں۔ اگر کوئی ڈاکٹروں پر کیس بھی کرے گا تو جیتیں گے یہی، کیس کرنے والا ہار جائے گا۔ میں ڈاکٹروں کو یہی مشورہ دوں گا کہ اللہ پاک روزی دینے والا ہے لہٰذا آپ اللہ پاک سے ڈریں اور چند سکوں کی خاطر کسی کی جان تکلیف میں مت ڈالیں!

بلاضرورت آپریشن اور ٹیسٹ کے اخراجات

اگر ڈاکٹر نارمل ڈلیوری کے پیسے آپریشن جتنے لیں گے تو شاید لوگ کم ہی تیار ہوں، اس لیے یہ آپریشن کر کے پیسے لیتے ہیں۔ اگر کوئی واقعی انہیں زیادہ پیسے دینا شروع کر دے تو ہو سکتا ہے کہ آپریشن نہ کریں مگر یہ صورت بھی کیسے ہو کہ جس لیڈی ڈاکٹر نے آپریشن کا کہا ہے اگر اسے کہا جائے زیادہ پیسے لے کر بغیر آپریشن کے ڈلیوری کر دو تو وہ ایسا نہیں کرے گی کیونکہ اسے پتا ہے کہ اگر میں نے زیادہ پیسوں میں آپریشن کے بغیر ڈلیوری کر دی تو ڈی گریڈ اور بدنام ہو جاؤں گی، لہٰذا عزت بچانے کے لیے اس نے آپریشن ہی کرنا ہے۔ خالی ڈلیوری کیس کا ہی مسئلہ نہیں بلکہ مہنگی دوائیں لکھ کر دینا اور پیسوں کی خاطر بلاضرورت مختلف ٹیسٹ کروا کر ہزاروں لاکھوں روپے کے اخراجات کروا دینا وغیرہ بے شمار مسائل ہیں۔ عام طور پر ڈاکٹروں کے کمیشن بندھے ہوئے ہوتے ہیں اور لیبارٹری بھی ان کی فکس ہوتی ہے کہ دوسری لیبارٹری کی رِپورٹ کو یہ درست نہیں مانتے اور مریض کو کہتے ہیں کہ فلاں لیبارٹری سے ہی ٹیسٹ کروا کر لاؤ کیونکہ وہاں سے ان کا کمیشن بندھا ہوتا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر مریض کو یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں کمپنی کی دوا کیوں اُٹھا کر لے آئے؟ یہ دوا صحیح نہیں ہے اور جس کمپنی کی دوا میں نے لکھی تھی اُسی کی لے کر آؤ کیونکہ اس کمپنی سے ان کی ترکیب ہوتی ہے اور انہیں وہاں سے کمیشن ملنا ہوتا ہے حالانکہ اس طرح کا کمیشن رشوت ہے۔

بندہ رہے یا نہ رہے مگر اپنی جیب بھری رہے

نزلہ ہو یا کھانسی یا معاذ اللہ کینسر جتنے بھی امراض ہیں ان سب میں یہ گیم چل رہے ہوتے ہیں اور بائی پاس کے آپریشن اور نہ جانے کیا کیا ہو رہا ہوتا ہے۔ کئی جگہ اس کی ضرورت نہیں بھی ہوتی ہو گی تب بھی ڈاکٹر پیسے کھینچنے کے لیے چھریاں چلا دیتے ہوں گے اور ان کی یہ سوچ ہوتی ہو گی کہ چاہے بندہ کل کے بجائے آج مر جائے مگر اپنی جیب بھری رہے۔ اس طرح کرتے ہوئے یہ اپنی موت کو بھول جاتے ہیں کہ آخر ان کو بھی مرنا ہے۔ یاد رکھیے! ڈاکٹر مرد ہوں یا خواتین، میڈیکل اسٹور والے ہوں یا دواؤں کی کمپنیوں والے سب کو مرنا ہے لیکن سب پیسوں کے پیچھے اندھے ہو کر لوگوں کی جانوں سے کھیل رہے ہیں مگر جو اچھے ڈاکٹر ہیں وہ اچھے ہیں اور جو بُرے ہیں وہ بُرے ہیں۔ اللہ پاک اچھوں کے صدقے بُروں کو بھی اچھا کر دے بلکہ ہم سب کو اچھا کر دے اور مسلمانوں کی ہمدردیاں کرنے والا کر دے۔ اے کاش! ہم مسلمانوں کے حقیقی خیر خواہ اور اُن کی بھلائی چاہنے والے بن جائیں۔ (1)

---

(1) ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/257تا260

عورت کا اندازِ گفتگو

ام میلاد باجی
نگرانِ عالمی مجلس مشاورت دعوتِ اسلامی

سلسلہ: اسلام اور عورت

گفتگو دو طرح کی ہوتی ہے، اچھی یا بری۔ اس لئے اسلام نے ہمیں اس کے آداب بھی سکھائے ہیں، لہٰذا بحیثیت عورت ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا اندازِ گفتگو کیسا ہو؟ کیونکہ گفتگو شخصیت کی ترجمانی کرتی ہے، خواتین میں کثرتِ کلام کی عادت چونکہ زیادہ ہوتی ہے، لہٰذا ہمیں غور کرنے کی حاجت ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری گفتار سے ہمارا کردار متاثر ہو رہا ہو۔ اس لئے اللہ پاک کی طرف سے دی گئی اس نعمت کا جائز اور احسن استعمال سیکھنا ہماری ذمّہ داری بھی ہے اور ضرورت بھی۔ خواتین کے اندازِ گفتگو کے بارے میں قرآنِ کریم میں بہترین رہنمائی موجود ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربّ العالمین ہے:

اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ

(پ22،الاحزاب:32) ترجمۂ کنز العرفان: اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو بات کرنے میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا مریض آدمی کچھ لالچ کرے۔

آیت کے اس حصے میں ازواجِ مُطَہّرات رضی اللہ عنہن کو ایک ادب کی تعلیم دی گئی ہے کہ اگر تم اللہ پاک کے حکم اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی رضا کی مخالفت کرنے سے ڈرتی ہو تو جب کسی ضرورت کی بنا پر غیر مرد سے پس پردہ گفتگو کرنی پڑ جائے تو اس وقت ایسا انداز اختیار کرو جس سے لہجے میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں نرمی نہ ہو بلکہ انتہائی سادگی سے بات کی جائے اور اگر دین و اسلام، نیکی کی تعلیم اور وعظ و نصیحت کی بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو بھی نرم اور نازک لہجے میں نہ ہو۔[1]

محترم اسلامی بہنو! ذرا غور کیجئے! جب مقدّس اُمّہات المومنین کو یہ حکم ہے کہ وہ نازک لہجے اور نرم انداز سے بات نہ کریں تو دیگر عورتوں کے لئے کس قدر سخت حکم ہوگا! چنانچہ باحیا خواتین کے لئے یہی مناسب ہے کہ جب انہیں کسی مجبوری کی وجہ سے اجنبی مرد کے ساتھ بات کرنی پڑ جائے تو ان کے لہجے اور آواز میں نرمی اور لچک نہ ہو بلکہ لہجے میں سختی اور آواز میں کرختگی ہو، تاکہ سامنے والے کے دل میں کوئی بُری لالچ اور شہوت پیدا نہ ہو۔ نیز قرآنِ کریم میں عورت کو حکم ہے کہ زمین پر زور سے پیر نہ مارے تاکہ اس کے پازیب کی آواز اجنبی مردوں کو سنائی نہ دے تو اندازہ کیجئے اس کی اپنی آواز تو زیادہ فتنہ کا باعث ہے لہٰذا اس کا چھپانا کتنا ضروری ہوگا۔

یاد رہے! عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ اسے اجنبیوں سے گفتگو کی اجازت بعض شرائط کے ساتھ دی گئی ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: عورت اپنے تمام محارم (سے گفتگو کر سکتی ہے) اور (اگر) حاجت ہو اور اندیشۂ فتنہ نہ ہو، نہ خلوت (یعنی تنہائی) ہو تو پردے کے اندر سے بعض نامحرم سے بھی (بات کر سکتی ہے)۔[2] اسی طرح اگر ہم آپس میں بھی گفتگو کریں تو شریعت کا پاس رکھتے ہوئے اچھے انداز میں آپ جناب سے اور نرمی سے کریں، غیر مہذّب گفتگو کرنا بالکل مناسب نہیں، کیونکہ ایسی حرکتیں دوسروں کو متنفر کرتی ہیں، ضرورت کے مطابق بات چیت کریں اور فضول گفتگو سے بچیں کہ فضول گوئی اللہ پاک کو ناپسند ہے اور اس سے جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ کبیرہ گناہوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ اللہ پاک ہمیں گفتگو کا سلیقہ عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

1 تفسیر صراط الجنان، 8/16 2 فتاویٰ رضویہ، 22/243

بیٹی کا کردار

بنت اللہ بخش عطاریہ ہند

بیٹیوں کو قابلِ نفرت سمجھنے اور زندہ زمین میں دفنا دینے کے انسانیت سوز رواج کو انسانیت کے سچے اور حقیقی محسن، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اسی وقت اپنے قدموں تلے روند ڈالا تھا: جب آپ نے بیٹیوں کو تکلیف نہ دینے، کمتر نہ سمجھنے اور ان پر بیٹوں کو ترجیح نہ دینے والے باپ کو[1] اور بیٹیوں، بہنوں یا خاندان کی بچیوں کی پرورش کرنے، ان کیلئے مشکلات جھیلنے اور ان کے اخراجات برداشت کرنے والے حوصلہ مند شفیق باپ، خیر خواہ بھائی اور ہمدرد سرپرستوں کو جنت کی خوشخبری سنائی۔[2] یوں مسلم معاشرے میں بیٹیوں کو جہاں اہمیت ملی، وہیں ان کو گھر کی عزت سمجھا جاتا اور مان بھی دیا جاتا ہے۔ ہر عورت چونکہ پہلے بیٹی ہوتی ہے، بعد میں بہن، ماں اور دیگر رشتوں کے اعتبار سے پہچانی جاتی ہے۔ لہٰذا بیٹی ہونے کی حیثیت سے وہ سماج میں کوئی اہم کردار ادا کرنا ہی چاہتی ہے تو اسکی چند صورتیں ہیں: (1) قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ (پ22، الاحزاب:33) کے حکمِ قرآنی پر عمل کرتے ہوئے بحفاظت گھر میں رہ کر اپنے والد اور بھائیوں کی آن بان اور شان کی حفاظت کرے، انہیں گھریلو فکروں سے آزاد، مطمئن اور بے فکر رکھے۔ (2) علم سیکھے اور سکھائے تاکہ سماج سے جہالت کے اندھیرے دور ہوں اور علم کی روشنی پھیلے کہ یہ وہ عظیم خدمت ہے جو دین و دنیا کے لئے نفع بخش بھی ہے اور ہماری متعدد بزرگ خواتین کی سیرت کا اہم حصہ بھی۔ امام حسن کی پوتی سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا نے علم کی اس قدر شمعیں جلائیں کہ جید ائمہ حتی کہ امام شافعی کا بھی شمار آپ کے طلبہ میں ہوتا ہے۔[3] امام مالک رحمۃُ اللہِ علیہ کے طلبہ سے مؤطا پڑھتے ہوئے کوئی غلطی ہوتی تو ان کی صاحبزادی اپنے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹاتیں جس پر امام مالک طالبِ علم سے فرماتے: دوبارہ پڑھو، تم سے غلطی ہوئی ہے۔[4] مگر یاد رکھئے! پڑھنے پڑھانے کے لئے معاشی ضروریات کے تحت اگر گھر سے باہر جانا پڑے تو والد اور بھائی کا دامنِ عزت بچانا بھی بیٹی کے معاشرتی کردار کا اہم حصہ ہے۔ (3) اس دور میں بیمار یا زخمی ہونے یا عورتوں سے متعلق مخصوص امراض و معاملات میں مبتلا ہونے کی صورت میں بہت سی خواتین کو لیڈی ڈاکٹر میسر نہ آنے کی وجہ سے آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لہٰذا اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے زندگی کے اس اہم شعبہ میں اپنی ذمہ داری ادا کرنا بھی ایک سماجی خدمت ہے۔ ماضی میں بہت سی بزرگ خواتین بھی یہ خدمات ادا کر چکی ہیں۔ جیسا کہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی بیٹی حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے ایک بار اپنے خاوند حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے کہنے پر ایک مسافر عورت کی زچگی کی حالت میں مدد فرمائی۔[5] صحابیات جنگوں میں مجاہدین کے پیچھے رہتیں، کھانا پکاتیں، زخمیوں اور بیماروں کا علاج کرتیں۔[6] یاد رہے کہ یہ صحابیات کھانا عام غازیوں کیلئے پکاتی تھیں مگر دوا اور مرہم پٹی یا تو صرف اپنے محرم رشتہ داروں کی کرتی تھیں یا عام غازیوں کی بھی مگر پردہ کے ساتھ بغیر انہیں ہاتھ لگائے۔ غرضیکہ اس حدیث کو اِس زمانہ کی بے پردگی، آوارگی اور عورتوں کی آزادی پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔[7] لہٰذا فی زمانہ جو خواتین یہ شعبہ اپنائیں اوّلاً تو خود کو عورتوں کے علاج تک ہی محدود رکھیں اور اگر ضرورتاً مردوں سے بات کرنی پڑے تو فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ (پ22، الاحزاب:32) کے حکم پر عمل کرتے ہوئے نرمی ونزاکت کے بجائے سادہ و روکھے انداز میں بات کرنی چاہئے۔

---

(1) ابو داؤد، 4/435، حدیث: 5146 ماخوذاً (2) مسند امام احمد، 3/234، حدیث: 8433 و 10/179، حدیث: 26578، ماخوذاً (3) وفیات الاعیان، 2/129 (4) مدخل، 1/156 (5) التبصرہ، 1/427 (6) مسلم، ص778، حدیث: 4690 (7) مراٰۃ المناجیح، 5/518

بچوں کو احساسِ کمتری سے بچائیں

بنت محمد شیر اعوان عطاریہ
بی ایڈ ایم ایس سی اکنامکس میانوالی

بچپن میں بچوں کو گھر سے ملنے والا پیار ان کے کردار کی سلامتی، شخصیت کی تعمیر اور قابلیت و صلاحیت کی ترقی کا ضامن بنتا ہے جس کی وجہ سے وہ ملک و قوم کے زبردست معمار بنتے ہیں۔ لہٰذا بچوں کی ابتدائی عمر سے ہی ان کی شخصیت کی طرف بھرپور توجہ دینا چاہئے تاکہ ان میں فلک بوس پہاڑوں جیسا حوصلہ اور اعتماد پیدا ہو اور وہ کسی بھی معاملے میں احساسِ کمتری میں مبتلا نہ ہوں کہ احساسِ کمتری ایک نفسیاتی بیماری ہے، اس کا شکار بچہ ہو یا جوان اس کی شخصیت کا توازن ختم ہو جاتا ہے، صلاحیت کا گلا گھٹ جاتا ہے، خود پر سے اعتماد ختم ہو جاتا ہے اور کچھ کر سکنے کا حوصلہ نہیں رہتا۔

بچے کا احساسِ کمتری میں مبتلا ہونا یا خود اعتمادی سے لبریز ہونا زیادہ تر گھر والوں یا اساتذہ کے رویئے ہی پر منحصر ہوتا ہے، اس لئے گھر والوں بالخصوص والدین اور ٹیچرز کو چاہئے کہ چند باتوں کا خاص خیال رکھیں: (1) بچے کو تنقید کا نشانہ نہ بنائیں۔ (2) بچے کے ہر کام میں نقص نہ نکالیں۔ (3) اگر اس کے کسی کام میں کوئی جزوی خرابی دیکھیں تو فوراً ہی وہ خرابی بیان نہ کریں بلکہ پہلے مجموعی کام پر جی بھر کر اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ (4) بچے کی عزّتِ نفس کا بہت خیال رکھیں دوسروں کے سامنے بچے کو مارنا تو درکنار چیخ و پکار کرنے اور اسے گھور کر ہراساں کرنے سے بھی گریز کیا جائے کہ اس سے بچے کی عزّتِ نفس مجروح ہوتی ہے اور وہ یہ سوچ کر احساسِ کمتری میں پڑ جاتا ہے کہ میری تو کوئی اہمیت ہی نہیں۔ (5) بچوں کو مارنے پیٹنے سے مکمل گریز کیجئے البتہ ضرورتاً ڈانٹنا پڑ جائے تو آپ کے انداز میں بیگانگی کے بجائے شفقت و اصلاح کا پہلو ضرور دکھائی دے، یاد رکھئے! سنار ہلکے ہاتھ سے ہی سونے کے ٹکڑے کو دیدہ زیب بناتا ہے، سختی سے وہ کبھی اسے زیور میں نہیں ڈھال سکتا۔ (6) بچے کو اس کا بچپن آزادانہ گزارنے دیں، بے جا روک ٹوک نہ کریں حتی کہ بچے کو کسی چیز سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تب بھی حتی الامکان روک ٹوک کے بجائے اولاً اس نقصان سے بچاؤ کا کوئی متبادل انتظام کریں، ہاں! اگر کوئی صورت نہ ہو تو بچے کو نرمی سے اس چیز کے نقصان سے آگاہ کریں۔ جیسے اجنبیوں کو گھر میں داخلے سے روکنے کے لئے گھر کے باہر کھڑے ہو کر ہر راہ گیر کو منع نہیں کیا جاتا بلکہ دروازے کے ذریعے اس کا سدباب کیا جاتا ہے۔ (7) قد کاٹھ، رنگ روپ، صحت و پھرتی، ذہانت و یادداشت یا پڑھائی لکھائی وغیرہ کسی چیز میں بھی دو بچوں کا ان کی موجودگی میں ہرگز باہمی موازنہ نہ کریں، اس سے ان میں سے ایک بچہ خود کو کم حیثیت سمجھ کر احساسِ کمتری کا شکار ہو سکتا ہے۔

یاد رکھئے! ہمیں ہر ایسے طرزِ عمل سے بچنا چاہئے جس سے کسی بھی بچے کے احساسِ محرومی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو خواہ اپنا ہو یا پڑوس کا۔ آخری نبی مکی مدنی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایک بار پڑوسیوں کے مختلف حقوق بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اگر پھل پڑوسی کے گھر نہ بھیج سکو تو اپنے بچوں کو وہ پھل باہر بھی نہ لے جانے دو کہ کہیں اس سے پڑوسی کے بچے احساسِ کمتری کا شکار نہ ہو جائیں۔[1]

(1) شعب الایمان، 7 / 83، حدیث: 9560 ماخوذاً

ازواجِ حضرت نوح علیہ السلام

اللہ پاک کے برگزیدہ رسولوں میں سے حضرت نوح علیہ السلام بھی ہیں، آپ کی دو بیویاں تھیں، ان میں سے ایک مسلمان، نیک سیرت اور فرمانبردار تھیں جو طوفان کے وقت حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئی تھیں، ان کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے، البتہ مکتبۃ المدینہ کی کتاب ازواجِ انبیا کی حکایات کے صفحہ 62 پر سمط النجوم کے حوالے سے آپ کا نام عمورہ لکھا ہے۔ ان کے بطن سے حضرت نوح علیہ السلام کے تین مسلمان بیٹے سام، حام اور یافث تھے اور یہ سب بھی طوفان سے محفوظ رہے۔[1] جبکہ دوسری بیوی کافرہ و نافرمان تھی، اس کا نام واعلہ تھا، اسے کئی سال تک حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا مگر وہ آپ کی صحبت پُر اثر سے فیض یاب نہ ہو سکی بلکہ کفار کے ساتھ مل کر آپ کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بناتی رہی۔ مثلاً یہ اپنی قوم میں جا کر آپ کے خلاف جھوٹی باتیں کرتی اور آپ علیہ السلام کی گستاخی کی مرتکب ہوتی۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا: کیا آپ کا ربّ آپ کی مدد کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ ضرور مدد فرمائے گا۔ تو وہ بولی: کب کرے گا؟ آپ نے فرمایا: جب تنور سے پانی ابلے گا۔ یہ سن کر وہ اپنی قوم کے پاس گئی اور ان سے کہنے لگی: اے لوگو! حضرت نوح مجنون ہیں۔ معاذ اللہ۔ بالآخر اس عورت کو اس کی گستاخیوں کی سزا ملی اور وہ کفر کی ہی حالت میں مری اور اس کو عذابِ الٰہی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، معلوم ہوا کہ اللہ کے نبیوں کی گستاخی تباہی و بربادی کا سبب بنتی ہے۔[2]

حضرت نوح علیہ السلام کی دونوں ازواج کے حالات تاریخ کے اوراق میں کچھ خاص نہیں ملتے، البتہ! آپ کی نافرمان و کافر بیوی کا تذکرہ قرآنِ کریم میں اللہ پاک نے کچھ یوں فرمایا ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍؕ

(پ28، التحریم: 10) ترجمہ کنزالعرفان: اللہ نے کافروں کیلئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کو مثال بنا دیا۔

تفسیرِ صراط الجنان میں ہے کہ اللہ پاک نے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو مثال بنا دیا کہ یہ دونوں عورتیں ہمارے دو بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر انہوں نے کفر اختیار کر کے دین کے معاملے میں اُن سے خیانت کی تو وہ دو مقرب بندے اللہ پاک کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور ان عورتوں سے موت کے وقت فرما دیا گیا یا قیامت کے دن فرمایا جائے گا کہ تم دونوں عورتیں اپنی قوموں کے کفار کے ساتھ جہنم میں جاؤ کیونکہ تمہارے اور ان انبیائے کرام علیہمُ السلام کے درمیان تمہارے کفر کی وجہ سے کوئی تعلق باقی نہ رہا۔ (تو جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے ان عورتوں کو انبیائے کرام سے رشتہ داری کام نہ آئی اسی طرح اے کفّارِ مکہ! کفر کے ہوتے ہوئے تمہیں بھی میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے رشتہ داری کوئی کام نہ آئے گی)۔[3]

---

1 تفسیر روح المعانی، 12 / 354، ملتقطاً 2 تفسیر قرطبی، 5 / 34 3 تفسیر خازن، 4 / 288، ملتقطاً

سلسلہ بزرگ خواتین کے سبق آموز واقعات

ام سلمہ عطاریہ مدنیہ ملیر کراچی

ملبوسات میں احتیاط

ایک مرتبہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس (ان کی بھانجی) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آئیں جنہوں نے باریک دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وہ دوپٹہ لے کر پھاڑ دیا اور انہیں موٹا دوپٹہ اُڑھا دیا۔[1]

سبحانَ اللہ! یہ تھی عملی تبلیغ اور بچیوں کی صحیح تربیت کہ اس دوپٹے سے سر کے بال چمک رہے تھے، ستر حاصل نہ تھا تو شروع ہی سے لباس کی بے احتیاطی سے بچنے کی تربیت کرتے ہوئے اپنی بھانجی کو موٹا دوپٹہ پہنا دیا اور باریک دوپٹے کو بھی ضائع نہیں کیا بلکہ اس کے دو حصے کرکے دو رومال بنا دیئے تاکہ کام میں آئے مگر دوبارہ اوڑھنے کے قابل نہ رہے۔[2]

یقیناً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ طرزِ عمل ہماری ان اسلامی بہنوں کو لمحۂ فکریہ فراہم کرتا ہے جو اپنی بچیوں کو عجیب وغریب فیشن کے لباس، بازوؤں کی نمائش کرتی آڑے ترچھے تراش خراش والی آستینیں، جسمانی رنگت کو ظاہر کرنے والے لیس لگے پاجامے، بالوں اور جسم کی نمائش کرتے جالی دار دوپٹے اور لباس، نگاہوں کو اپنی طرف کھینچنے والے فٹنگ کوٹ اور پرکشش اسٹالرز، پنڈلیوں کی گولائی اور اُبھار واضح کرتی جینز اور ٹائیز، سینہ اور پشت نمایاں کرنے والے بڑے گلے کی قمیص اور ٹی شرٹس وغیرہ پہنانے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔ شاید انہیں اس بات کا بالکل احساس ہی نہیں ہوتا کہ اس حلیے میں ان کی بچیوں کو کون کیسی نظروں سے دیکھے گا ظاہر ہے کہ اگر انہیں اس کا احساس ہوتا تو اس معاملے میں ہرگز چشم پوشی سے کام نہ لیتیں۔ بہت چھوٹی بچیوں پر اگرچہ پردہ فرض نہیں، تاہم انہیں بھی ایسے لباس نہ پہنائیں جس سے کسی کے ذہن میں ہیجان برپا ہو، لہٰذا نو سال کی عمر سے ہی بچیوں کو برقع پہننے کی عادت ڈالیں۔ خیال رہے کہ عورت کے سر سے لے کر پاؤں کے گٹوں کے نیچے تک جسم کا کوئی بھی حصہ مثلاً سر کے بال، بازو، کلائی، گلا، پیٹ یا پنڈلی وغیرہ اجنبی مرد (یعنی نامحرم، جس سے شادی ہمیشہ کیلئے حرام نہ ہو) پر بلا اجازتِ شرعی ظاہر نہیں ہونا چاہئے۔[3] چھوٹی بچیوں پر اگرچہ شریعت ان احکامات کو لاگو نہیں کرتی مگر آج کے اس پُرفتن دور میں جبکہ نگاہوں اور خیالات پر شریعت کا پہرہ بٹھانے کا رجحان کافی کم ہو چکا ہے جبکہ آنکھوں اور احساسات کی بدعنوانیاں بہت بڑھ چکی ہیں بلکہ آئے دن پیش آنے والے ناخوشگوار واقعات میں حیرت انگیز اضافہ ہو چکا ہے ایسے میں کسی متوقع پچھتاوے سے خود کو بچانے اور بچیوں کو بڑا ہونے سے پہلے پہلے شرعی پردے کا عادی بنانے کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مبارک طرزِ عمل کے مطابق عام حالات اور تقریبات تمام مواقع پر بچیوں کے اوڑھنے پہننے پر خصوصی توجہ دینے کی شدید ضرورت ہے۔ یاد رکھئے! لوہا جب گرم ہونے کی وجہ سے نرم ہوتا ہے تو اسے اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی رُخ پر موڑنا آسان ہوتا ہے ورنہ بہت مشکل!

یہ نیم باز سا برقع یہ دیدہ زیب نقاب | جھلک رہا ہے جھلا جھل قمیص کا ریشم
نہ دیکھ رشک سے تہذیب کی نُمائش کو | کہ سارے پھول یہ کاغذ کے ہیں خدا کی قسم
وُہی ہے راہ ترے عزم و شوق کی منزل | جہاں ہیں عائشہ و فاطمہ کے نقش قدم

[1] موطا امام مالک، 2 / 410، حدیث: 1739 [2] مرقاۃ المفاتیح، 8/172، تحت الحدیث: 4375۔ مراٰۃ المناجیح، 6 / 124 [3] پردے کے بارے میں سوال جواب، ص43

سلسلہ تذکرہ صالحات

مرحوماتِ دعوتِ اسلامی

مرحومہ اُمِّ احمد مہناز عطاریہ بنتِ محمد قاسم یکم جنوری 1975 عیسوی مطابق 17 ذوالحجۃُ الحرام 1394 ہجری بروز بدھ پنجاب (پاکستان) کے ضلع راجن پور کے ایک پسماندہ شہر جام پور میں پیدا ہوئیں۔ **دینی و دنیوی تعلیم** آپ نہایت ذہین اور پڑھی لکھی خاتون تھیں، ناظرہ قرآن کریم مکمل پڑھنے کے علاوہ B.S.C (بیچلر آف سائنس) تک دنیوی تعلیم بھی حاصل کر رکھی تھی۔ **دعوتِ اسلامی سے وابستگی** ان کی شادی دعوتِ اسلامی سے وابستہ اسلامی بھائی سے ہوئی، تھوڑے ہی عرصے میں اپنے خاوند کے اعلیٰ کردار اور حسنِ اخلاق سے متاثر ہو گئیں اور انہی کی انفرادی کوشش کے نتیجے میں خود بھی اپنی عمر کے پچیسویں سال سن 2000 میں دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے باقاعدہ وابستہ ہو گئیں، بس پھر کیا تھا! دینی ماحول کی برکتیں ملنا شروع ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے نماز روزہ کی پابندی کرنے لگیں اور شرعی پردہ بھی اپنا لیا۔

اخلاقیات: مرحومہ سبھی اسلامی بہنوں سے نہایت اخلاق سے پیش آتیں اور ہر ایک سے ملنساری کا مظاہرہ کیا کرتیں۔

دینی کاموں کی جستجو مرحومہ دعوتِ اسلامی سے وابستگی کے بعد سے خود تو صوم و صلوٰۃ اور دینی احکامات کی پابند بن ہی چکی تھیں ساتھ ہی ساتھ اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے مدنی مقصد کے پیشِ نظر علاقے کی دیگر اسلامی بہنوں کو بھی نیکی کی راہ پر چلانے کے لئے کڑھنے لگیں، یقیناً جذبہ رہنمائی کرتا ہے لہٰذا مرحومہ نے علاقے کی اسلامی بہنوں پر انفرادی کوشش شروع کردی اور اس نیک مقصد کے لئے (خاوند کی رضامندی سے) اپنے وقت کی قربانی دینے سے کبھی دریغ نہ کیا۔ **جام پور میں دینی کاموں کا آغاز** یاد رہے کہ مرحومہ ہی وہ خوش نصیب اسلامی بہن تھیں جن کی جدوجہد جام پور شہر کی اسلامی بہنوں میں دعوتِ اسلامی کے دینی کاموں کے لئے بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوئی، ان کی انتھک کوششوں سے متعدد اسلامی بہنیں دعوتِ اسلامی سے وابستہ ہو کر نماز روزے اور شرعی پردے کی پابند بن گئیں۔ **تنظیمی ذمہ داری** مرحومہ دعوتِ اسلامی کے آٹھ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتیں، دینی کاموں میں ان کی سچی لگن کے پیشِ نظر انہیں ڈویژن سطح پر نیک اعمال (پرانا نام مدنی انعامات) کی ذمہ داری بھی سونپ دی گئی تھی۔ **گھریلو اور معاشرتی نیک نامی** مرحومہ اپنے خاوند کی بھی اطاعت گزار تھیں، اہلِ خانہ کے ساتھ بھی اچھا رویہ رکھتیں اور دیگر اسلامی بہنوں سے بھی بڑی اپنائیت سے پیش آتیں جس کی وجہ سے سب ان کے گرویدہ تھے، مرحومہ کے انتقال کو آج کئی سال گزر چکے مگر اب تک علاقائی اسلامی بہنوں کا انہیں اچھے الفاظ سے یاد کرنا ان کی نیک نامی کی واضح دلیل ہے۔ **انتقال پُرملال** بلاشبہ یہ نظامِ الٰہی ہے کہ ہر ذی نفس کو موت سے ہم آغوش ہونا ہی پڑتا ہے لہٰذا مرحومہ بھی اپنی زندگی کے کم و بیش آخری 12 سال دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول میں گزار کر 22 مارچ 2012 مطابق 28 ربیع الثانی 1433 ہجری بروز جمعرات اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملیں۔ وقتِ انتقال ان کی عمر 37 سال 2 ماہ 22 دن تھی۔ اللہ پاک ان کی بے حساب مغفرت فرمائے اور انہیں خاتونِ جنت حضرت فاطمۃُ الزہراء رضی اللہ عنہا کا پڑوس نصیب فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

سلائی کڑھائی (قسط دوم)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: اگر (جنت میں) میرا ساتھ چاہتی ہو تو صرف مسافر کے زادِ راہ جتنا دنیوی سامان اپنے لئے کافی سمجھو، مالدار خواتین کی صحبت سے بچو اور جب تک کسی کپڑے میں پیوند نہ لگالو اسے پرانا مت سمجھو۔[1] چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے اس وصیت کو ایسا پلّو سے باندھا کہ کبھی ستر ہزار تو کبھی ایک لاکھ درہم پاس ہوتے جنہیں راہِ خدا میں صدقہ کر دیتیں حالانکہ اس وقت آپ کے لباس میں پیوند لگا ہوا ہوتا۔[2] خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم بھی اپنے مبارک کپڑوں میں پیوند لگایا کرتے تھے۔[4] اسی طرح حضرت فاروقِ اعظم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما جیسے وقت کے حکمران بھی پیوند والا لباس پہننے میں کوئی عار محسوس نہ فرماتے۔[3]

یقیناً ان بزرگ ہستیوں کا پیوند والا لباس پہننا اپنی مرضی سے تھا، لہٰذا ان خواتین کو غور کرنا چاہیے جو کپڑوں کی معمولی خرابی یا ان کے معمولی پھٹ جانے یا پرانے ہو جانے کی وجہ سے انہیں ناکارہ قرار دے کر چھوڑ دیتی ہیں حالانکہ مہنگائی کے اس دور میں سلائی کڑھائی کے فن کو لباس کا عیب چھپانے اور پرانے یا پھٹ جانے والے سوٹ کو کام میں لانے یا اس کے کارآمد اجزا کو کسی اور سوٹ میں خوبصورت پیوند کاری کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے کچھ مفید مدنی پھول پیشِ خدمت ہیں:

❊ بعض اوقات کپڑے بوسیدہ ہو جاتے یا ان کا رنگ اڑ جاتا ہے، مگر گلے، چاک دامن، آستین اور پائینچوں میں لگی بیل وغیرہ کی حالت درست ہوتی ہے جسے دوسرے سوٹ میں لگایا

جاسکتا ہے۔ ❊ گہرے رنگ کے نئے سوٹ پر کٹ لگ جائے یا معمولی سوراخ ہو جائے تو اسے کڑھائی یا رفو کے ذریعے درست کیا جا سکتا ہے، اگر وہ سوٹ ہلکے رنگ کا ہے یا وہ سوراخ کسی ظاہری حصہ پر ہے کہ صرف متاثرہ جگہ پر کڑھائی یا رفو کروانے سے پیوند بہت زیادہ نمایاں، بدنما یا عجیب لگنے کا اندیشہ ہو تو پھر سوراخ سمیت ساری قمیض پر مخصوص فاصلے پر کڑھائی کے تیار پھول لگا کر عیب بھی چھپایا جاسکتا ہے اور سوٹ میں نئی روح بھی پھونکی جا سکتی ہے۔ ❊ اگر جلنے کٹنے یا کسی چیز میں اَٹک کر اُدھڑ جانے کی وجہ سے نئے سوٹ کا بڑا حصہ اس طرح متاثر ہو جائے کہ کسی طرح اس کو کارآمد بنانا ممکن نہ ہو تو اس کے غیر متاثرہ حصے اور دوپٹے سے بچیوں کا پورا سوٹ یا فراک جو بھی ممکن ہو، تیار کیا جا سکتا ہے۔ ❊ اگر وہ کپڑا فراک کے لئے کم پڑے اور کسی دوسرے کٹ پیس سے وہ کمی پوری نہ کی جاسکے تو اس کو رنگوں کے حسین امتزاج کا خیال رکھتے ہوئے چھوٹے یا بڑے نئے سوٹ کی سلائی کے وقت جزوی ڈیزائننگ کے طور پر استعمال کر لیجئے۔ ❊ اگر کسی سوٹ کی صرف قمیض مکمل طور پر ضائع و ناکارہ ہو جائے اور اس کی شلوار صحیح حالت میں ہو تو اسے اپنی ہی کسی دوسری قمیض یا پھر ناپ کی معمولی تبدیلی کر کے کسی بچی کی قمیض کے ساتھ ملا کر سوٹ مکمل کیا جاسکتا ہے۔ ❊ ایسے پرانے سوٹ جو کسی بڑے عیب کی وجہ سے پہننے کے قابل نہ رہے ہوں اور ان کا کپڑا صحیح حالت میں ہو تو اسے جوڑ لگا لگا کر لحاف، گدّے اور تکیوں کے اندرونی استر بنانے یا بیرونی استر کی کناریوں کی ڈیزائننگ کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ❊ یونہی ان کپڑوں کو اور بچوں بچیوں کی خراب و ناکارہ جرسیوں وغیرہ کو کٹنگ اور سلائی کی معمولی تبدیلی کے ذریعے تکیوں کے غلاف، اوزاروں کے بیگ اور چھوٹے بچوں بچیوں کے نیکر میں بآسانی تبدیل کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ ایسی متعدد چیزوں میں استعمال کیا جا سکتا ہے جن کیلئے وہ کپڑے مناسب و موزوں معلوم ہوں۔ سوشل میڈیا کے ذریعے اس بارے میں بہت سی مفید معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ غرض چھوٹی یا بڑی جزوی خرابی کی وجہ سے آئے دن ڈھیروں کپڑے ضائع کر دینا نہ صرف حماقت بلکہ اسراف بھی ہے۔ فی زمانہ فینسی ملبوسات کے معاملے میں تو کچھ زیادہ ہی بے راہ روی اپنائی جاتی ہے۔ بکثرت خواتین اپنے بہت سے قیمتی اور بے عیب لباس صرف اس لئے پہننا چھوڑ دیتی ہیں کہ ان کی رشتہ دار یا جان پہچان والیاں بعض تقریبات میں انہیں وہ لباس پہنے دیکھ چکی ہوتی ہیں۔ ذرا سوچئے! وہ بہت سی معروف خواتین جن کے پاس دولت کی بھی کوئی کمی نہیں جب وہ اپنا کوئی سوٹ ایک سے زائد تقریبات میں پہن سکتی ہیں تو ہم کیوں نہیں پہن سکتیں حالانکہ ہمارے سامنے تو ہماری بزرگ خواتین کی آئیڈیل سیرت بھی موجود ہے جس میں یقیناً دعوتِ فکر ہے کہ ایک آدھ تقریب میں پہنے جانے والے سوٹ کو ناقابلِ استعمال سمجھ کر چھوڑ دینے اور آئندہ کسی متوقع تقریب کیلئے اپنے والد یا شوہر کے کندھوں پر نیا سوٹ دِلوانے کا بار ڈالنے والیاں اپنی سوچ اور طرزِ عمل میں تبدیلی لائیں اور دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق پرانے کپڑوں کو بھی ہر ممکنہ حد تک کام میں لانے کی کوشش جاری رکھیں۔

---

❶ ترمذی، 3 / 302، حدیث: 1787 ❷ مدارج النبوت،2 / 473 ❸ حلیۃ الاولیاء، 1 / 124، حدیث:254۔ الزھد لامام احمد بن حنبل، ص152، حدیث: 658 ❹ مسند احمد، 9 / 408، حدیث: 24803 ❺ ابو داود،4 / 102، حدیث: 4161ماخوذاً

مفتی فضیل رضا عطّاری (دار الافتاء اہلِ سنّت عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کراچی)

شرعی رہنمائی

شادی کے بعد پہلی مرتبہ حاملہ ہونے والی عورت کو زیب وزینت اور دوسرے شہر جانے سے مطلقاً روکنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رسم چلتی ہوئی آرہی ہے کہ جب کوئی عورت شادی کے بعد پہلی مرتبہ حاملہ ہوتی ہے تو اسے سات ماہ تک اپنے شوہر کے لیے بھی زینت کرنے نہیں دیتے، یونہی ایک شہر سے دوسرے شہر کسی کام کے لیے حتی کہ خوشی، غمی کے مواقع پر بھی جانے نہیں دیتے۔ اس کی خلاف ورزی کو نحوست کا باعث سمجھتے اور کہتے ہیں کہ اگر یہ عورت زینت کرے گی یا دوسرے شہر جائے گی تو کوئی نہ کوئی قدرتی نقصان ہوگا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا یہ نظریہ درست ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شادی کے بعد پہلی مرتبہ حاملہ ہونے والی عورت کو زیب وزینت اختیار کرنے اور دوسرے شہر جانے سے مطلقاً روکنا، وہ بھی اس فاسد گمان کی بنا پر کہ جائیگی تو ضرور کوئی نہ کوئی قدرتی نقصان ہوگا، درست نہیں کہ یہ بدشگونی ہے اور اسلام میں بدشگونی جائز نہیں ہے۔

نیز عورت کا پردے کے شرعی تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ضرورتاً کسی کام کے سلسلے میں باہر نکلنا جائز بلکہ بعض صورتوں میں ضروری بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ حج کا سفر جبکہ اس کے تمام شرائط متحقق ہوں، اسی طرح عورت کا اپنے شوہر کے لیے زیب وزینت اختیار کرنا بھی نہ صرف جائز بلکہ ثوابِ عظیم کا باعث ہے اور ایسے امور بے سند تخیلات اور جاہلانہ رسومات کی وجہ سے منع نہیں ہو سکتے لہٰذا صورتِ مسئولہ میں پہلی مرتبہ حاملہ ہونے والی عورت کو جائز زینت اور پردے اور ضروری شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے سفر کرنے سے محض ان غلط تصورات کی بنا پر روک دینا ہرگز درست نہیں ہے خاندان میں پائے جانے والے اس باطل نظریہ کو فوراً ختم کرنا ضروری ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

ایامِ حیض میں مانعِ حیض دوائی کھا کر عمرہ کر لیا تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک اسلامی بہن کی آٹھ دن حیض کی عادت ہے، ان کو عادت کے مطابق چار دن حیض آیا، انہوں نے حیض روکنے کے لئے دوائی کھائی جس کی وجہ سے پانچویں دن حیض نہیں آیا، تو انہوں نے غسل کر کے عمرہ کیا، پھر چھٹے دن سے خون عادت کے دنوں تک آیا۔ تو معلوم یہ کرنا ہے کہ جو انہوں نے عمرہ کیا اس کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کے لئے خون کا ہر وقت جاری ہونا ضروری نہیں، کہ اس کے بغیر حیض نہ ہو بلکہ ابتداء اور انتہاء کے وقت خون کا اعتبار ہے، اور ایسی حالت میں عمرہ کا طواف کرنے سے دم لازم ہوتا ہے، البتہ ایسے طواف کا پاکی کی حالت میں اعادہ کر لیا جائے تو لازم ہونے والا دم ساقط ہو جاتا ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اسلامی بہن کے مقررہ ایام یعنی آٹھ دن میں سے ایک دن اگرچہ خون نہیں آیا لیکن پھر بھی وہ حیض ہی کا دن ہے کیونکہ حیض کی مدت میں خون کے درمیان پاکی والا دن حالتِ حیض ہی میں شمار ہوتا ہے، لہٰذا اس حالت میں جو عمرہ کا طواف کیا، اس سے دَم لازم ہوا البتہ اگر اس طواف کا اعادہ کر لیا جائے تو دَم ساقط ہو جائے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس طواف کے ساتھ سعی کا اعادہ بھی افضل ہے۔

نیز اگر طواف سے کمی کا ازالہ کرنے کے بجائے دم کے ذریعے ازالہ کیا جائے تو اس دم میں بکرا یا بکری یا بھیڑ کا قربانی کی شرائط کے مطابق ہونا، اور حدودِ حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے، حدودِ حرم کے علاوہ کسی دوسری جگہ ذبح کرنے سے دم ادا نہیں ہوگا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

زچگی

دارالافتاء اہلسنت کے
مفتی محمد انس رضا عطاری
کی زیرِ نگرانی مستقل سلسلہ

بچہ پیدا کرنے والی عورت کو زچہ اور اس کی اس حالت کو زچگی کہا جاتا ہے، اس حوالے سے معاشرے میں بہت سی صحیح اور غلط رسومات پائی جاتی ہیں۔ رسمیں چونکہ ہر خاندان اور علاقے میں مختلف ہوتی ہیں، لہٰذا اس حوالے سے دعوتِ اسلامی کے پلیٹ فارم سے وابستہ کثیر اسلامی بہنوں سے جب ان کے خاندان اور علاقوں میں پائی جانے والی رسموں کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جو بتایا، وہ کچھ یوں ہے:

چاند گرہن کے معمولات: ٭چاند گرہن کے وقت حاملہ خواتین کو لیٹنے اور سونے نہیں دیتے، کہیں بچہ نابینا یا معذور پیدا نہ ہو ٭اسی طرح حاملہ خواتین کو کمرے کے اندر رہنے اور سبزی وغیرہ نہ کاٹنے کی ہدایت کی جاتی ہے تاکہ بچے کسی پیدائشی نقص کے بغیر پیدا ہوں ٭نیز حاملہ خواتین کو سلائی کڑھائی سے بھی منع کیا جاتا ہے کیونکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر عورت اس وقت قینچی چلائے گی تو بچے کے ہونٹ کٹ جائیں گے یا کوئی اور معاملہ ہو جائے گا۔

یاد رکھئے! یہ تمام نظریات غیر شرعی ہیں مسلمانوں کو ایسے باطل نظریات سے بچنا چاہیے، کیونکہ چاند گرہن کے علاوہ بھی بعض بچوں میں عیب ہوتا ہے، یہ سب قسمت کی باتیں ہیں اور اس میں اللہ پاک کی کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔

مباح و جائز رسومات: ٭حمل کے ساتویں مہینے میں ستھواسہ نامی رسم ہوتی ہے، اس میں حاملہ عورت کو میکے سے 7 قسم کے پھل اور پکوان لا کر دیتے ہیں جنہیں سبز رنگ کے دستر خوان پر سجایا جاتا ہے اور میکے سے سبز رنگ کا لباس لا کر اس کو پہنایا جاتا ہے اور دستر خوان پر بٹھا دیتے ہیں، تاکہ وہ کھائے اور خوش ہو اور اس کی صحت اچھی ہو۔ ٭حاملہ عورت کو زچگی کیلئے لے جانے سے قبل سبھی سے معافی تلافی کروائی جاتی ہے اور بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی دعائیں لی جاتی ہیں تاکہ آسانی کا معاملہ ہو جائے۔ ٭زچگی کے بعد فوراً بچے کو بے اولاد عورتوں کی گود میں دیتے ہیں تاکہ ان کے ہاں بھی اولاد ہو ٭عورت کے دامن یا دوپٹے میں ہمیشہ ایک لیموں باندھ دیا جاتا ہے اس خیال سے کہ اس سے جناتی اثرات سے حفاظت ہوتی ہے۔ ٭زچگی سے پہلے گھر کی دہلیز پر کھڑے ہو کر عورت کو دودھ پلایا جاتا ہے تاکہ زچگی میں آسانی ہو۔

ولادت کے وقت جب درد شروع ہوتا ہے تو بچے کی ولادت میں آسانی کے لئے یہ کام کئے جاتے ہیں: ٭سویاں پانی میں پکا کر اس کا پانی پلایا جاتا اور سویاں کھلائی جاتی ہیں۔ ٭مریم بوٹی پانی میں بھگو کر رکھی جاتی ہے تاکہ ولادت میں جلدی ہو۔ ٭عورت کے پاس اس کی ماں کو بٹھایا جاتا ہے، اگر وہ پاس نہ ہو تو ماں کا نام لینے کو کہا جاتا ہے۔ ٭عورت کی ران پر نقش باندھا جاتا ہے۔ ٭جہاں کہیں گھر میں تالا بند ہوا سے کھول دیا جاتا ہے۔ ٭چارپائی وغیرہ کی ادوائن کی گانٹھ بھی کھول دی جاتی ہے۔ ٭عورت کے پاس ماچس اور چاقو رکھا جاتا ہے تاکہ بُری ہوا نہ لگے۔ ٭عورت کے پاس لوہے کا کوئی اوزار یا ہتھیار رکھ دیا جاتا ہے اور بعض مقامات پر کمرے کے دروازے پر لوہے کی راڈ جو دروازے کے برابر ہو ڈالی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے اس سے بلائیں جنات کمرے میں نہیں آتیں۔ ٭بچے کی پیدائش کے فوری بعد زچہ کو نیل پالش لگا دی جاتی ہے ٭زچہ کو ہوا سے بچایا جاتا ہے تاکہ جوڑوں میں درد نہ ہو جائے یا جسم نہ پھول جائے۔ ٭بعض جگہ چھٹی کی رسم میں آٹے کا چراغ بنا کر اس کو جلا کر ایک مٹی کا برتن اس کے اوپر

رکھا جاتا ہے، جب وہ برتن کالا ہو جاتا ہے تو اس کی کالک کو کاجل کی طرح بچے اور اس کی ماں کی آنکھ میں لگایا جاتا ہے تا کہ نظر بد نہ لگے۔

مذکورہ تمام رسموں سے اگر اچھی فال مراد لی جاتی ہے تو ان میں کوئی حرج نہیں۔ جہاں تک نقش کا معاملہ ہے، تو اگر وہ شریعت کے موافق ہے تو اس میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔[1]

ناجائز و فرسودہ رسومات مع وجوہات: ※بچے کی پیدائش کے بعد دادا کے پہنے ہوئے کپڑے میں سے بچے کا سوٹ تیار کر کے اسے پہنایا جاتا ہے، حالانکہ یہ مناسب نہیں، ایک تو اس میں کپڑے کا ضیاع کرنا لازم آتا ہے اور دوسرا یہ کہ ہو سکتا ہے کہ دادا بیچارا غریب ہو اور اس کے پاس پہلے ہی کپڑوں کی کمی ہو۔ تیسرا یہ کہ کسی بچے کا دادا ہی حیات نہ ہو تو اس وقت کیا کیا جائے گا۔ لہٰذا ایسی رسموں سے اجتناب ہی بہتر ہے، اچھے شگون کے اور بھی کئی طریقے مروی ہیں، انہیں اختیار کیا جاسکتا ہے۔ ※چھٹے دن خاندان کی عورتیں جمع ہوتی ہیں، زچہ بچہ کو سسرال کی جانب سے نئے کپڑوں کے علاوہ گلے اور ہاتھ میں لہسن کے ہار پہنائے جاتے ہیں۔ یاد رکھئے! بچے کی ولادت کی خوشی میں خاندان کی عورتوں کے جمع ہونے میں تو کوئی حرج نہیں، البتہ ان پر زچہ و بچہ کے لباس کا اہتمام کرنا لازم نہیں ہونا چاہئے، کہیں وہ اس رسم کی ادائیگی کے لئے قرض وغیرہ لینے پر مجبور ہوں۔ باقی رہا لہسن کے ہار ڈالنا تو یہ اگر اچھی فال کے لئے ہیں تو کوئی حرج نہیں، لیکن اگر کسی غیر مسلم قوم کی مشابہت میں ہیں تو جائز نہیں۔ ※10 دن پورے ہونے پر جن 7 عورتوں کے شوہر حیات ہوں انہیں بلایا جاتا ہے ان کے ذریعے بچہ جننے والی عورت کے سر پہ روئی کے ساتھ لسی لگوائی جاتی ہے، یہ درست نہیں کیونکہ اس سے بیوہ عورتوں کی دل آزاری ہوتی ہے، لیکن اگر بیوہ عورت کو منحوس سمجھنے کی وجہ سے انہیں اس رسم میں شریک نہ کیا جاتا ہو تو قطعی ناجائز ہے کیونکہ اسلام میں منحوسیت کا کوئی تصور نہیں۔ البتہ! اس دن کی دیگر رسموں میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ دائی جمع ہونے والی عورتوں سے پیسے لیتی ہے، وہ عورت جس جگہ نہاتی ہے اس کے نہا چکنے کے بعد اس کو وہیں کھڑا کر دیا جاتا پھر کوئی بھی اس کا بچہ پکڑتی ہے تب اسے وہاں سے باہر آنے دیا جاتا ہے، اس کے بعد ماں کو خوب پیٹ بھر کے حلوا اور کھانا کھلایا جاتا ہے اسی دوران اس عورت نے اپنے بچے کو بھی دودھ پلاتے رہنا ہے، دسویں دن بچے کو کم سونے دینا اور زیادہ دودھ پلانا ہوتا ہے تاکہ بچہ باقی دنوں میں بھوک محسوس نہ کرے، اس کے برعکس جو بچہ اس دن دودھ زیادہ نہیں پیتا بعد میں اگر وہ زیادہ دودھ پیے یا بھوک کی وجہ سے زیادہ روئے تو یہی گمان فاسد کیا جاتا کہ یہ بچہ دھائز (یعنی دس دن) کا بھوکا ہے۔

چند مزید ناجائز و فرسودہ رسومات: ※حاملہ عورت کو شروع کے 3 مہینے شوہر کے پاس اٹھنے بیٹھنے کی اجازت ہوتی ہے نہ وہ شروع کے 7 ماہ میکے جا سکتی ہے۔ ※زچگی کے بعد کنواری لڑکیوں کو بال کھول کر یا گیلے بال لے کر عورت و بچہ کے پاس آنے سے منع کیا جاتا ہے۔ ※حاملہ عورت کو زچگی تک اور بچے کو چھٹے دن تک نئے کپڑے پہننے سے روکا جاتا ہے اور اگر نئے کپڑے پہننا ہوں تو ایک مرتبہ انہیں دھولیا جاتا ہے، اس خیال سے کہ نئے کپڑوں سے سایہ اور نظر لگ جاتی ہے۔

بچے کی پیدائش کے بعد جب تک عورت کو نفاس کا خون آتا رہتا ہے، اس حالت میں عورت ناپاک ہوتی ہے اور اس کے احکام مخصوص ہیں، البتہ! عوام میں بچے کی پیدائش کے بعد ابتدائی 40 دن کو چھلہ کہا جاتا ہے اور ان دنوں میں کئی معمولات کو باقاعدہ ایک رسم کی حیثیت دی جاتی ہے۔ چنانچہ ان دنوں کی چند رسمیں یہ ہیں:

چھلہ کی ناجائز و فرسودہ رسومات: ※جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو اور اس کی ماں کو 40 دن تک جب تک وہ غسل نا کر لے باہر نہیں جانے دیا جاتا کہ آسیب لگ جائے گا۔ ※زچہ بچہ کو بعض جگہ صرف اس کے بستر تک اور بعض جگہ ایک کمرے

تک محدود کر دیا جاتا ہے، حتی کہ اس کمرے میں فاتحہ وغیرہ بھی ناجائز سمجھا جاتا ہے۔ ٭ اسے کھانا نہیں پکانے دیتے، اس کے کپڑے و دیگر ضرورت کا سامان اس کی چارپائی پر ڈال دیتے ہیں اور وہ کسی اور جگہ صوفے بیڈ وغیرہ پر نہیں بیٹھ سکتی۔ حتی کہ اگر کسی اور کمرے میں جائے تو زمین پر بیٹھنا پڑتا ہے۔ ٭ 40ویں دن اس کمرے کو مکمل دھو کر پینٹ، چونا وغیرہ کرنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ٭ چھلہ پورا ہونے پر بستر اور چارپائی زچہ سے ہی دھلواتے ہیں۔ ٭ نفاس والی کے سامنے کسی نئی شادی شدہ اسلامی بہن کو نہیں آنے دیتے کہ اس پر برا اثر پڑے گا اور اسکے ہاں ولادت نہیں ہوگی۔ ٭ اس گھر میں کوئی تعویذ پہن کر جاسکتا ہے نہ وہ عورت جاسکتی جس کا بچہ فوت ہو گیا ہو یا جس کو حمل نہ ہوتا ہو۔ ٭ یوں ہی جس کا حمل ضائع ہوتا ہے یا بچہ پیدا ہوتا ہے اس سے کنواری لڑکی کو گلے ملنے سے منع کیا جاتا کہ اس کی بیماریاں اس کو لگ جائیں گی۔ ٭ جس گھر میں بچہ پیدا ہوتا ہے وہاں پر دوسری نفاس والی عورت نہیں رہ سکتی۔ ٭ ایک گھر میں دو عورتوں کو چھلہ نہیں کروایا جاتا، بلکہ دو نفاس والی عورتوں کو آمنے سامنے آنے سے بھی منع کیا جاتا ہے۔ ٭ بعض جگہ یہ بھی مشہور ہے کہ زچگی والی عورت کے پاس چڑیل اسے ڈرانے آتی ہے اور چالیسویں رات اس کے لیے بہت بھاری ہوتی ہے۔ ٭ بعض عورتیں زچگی والے گھر 40 دن تک نہیں جاتیں۔ ٭ نفاس کے دوران اگر بچے کے کپڑے دھو کر چھت پر ڈالے جائیں تو مغرب سے پہلے اتار لئے جاتے ہیں۔

یاد رکھئے! نِفاس میں عورت کو زچہ خانے سے نکلنا جائز ہے، اس کو ساتھ کھلانے یا اس کا جھوٹا کھانے میں حَرَج نہیں۔ یہ جو بعض جگہ زچہ کو مثل نجس جاننا غیر شرعی رسمیں ہیں، ایسی بے ہُودہ رسموں سے اِحتیاط لازم۔ اکثر عورتوں میں یہ رَواج ہے کہ جب تک چِلّہ پورا نہ ہولے اگرچہ نِفاس ختم ہو لیا ہو، نہ نماز پڑھیں نہ اپنے کو قابل نماز کے جانیں یہ محض جہالت ہے جس وقت نِفاس ختم ہوا اسی وقت سے نہا کر نماز شروع کر دیں اگر نہانے سے بیماری کا پورا اندیشہ ہو تو تیمم کر لیں۔[2]

اسی طرح یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ کسی کو منحوس سمجھنے میں اس کی سخت دل آزاری ہے اور اس سے تہمت دھرنے کا گناہ بھی ہوتا ہے اور یہ دونوں جہنم میں لے جانے والے کام ہیں۔ نیز اس میں بدشگونی بھی پائی جاتی ہے جو کہ حرام ہے۔ یعنی مذکورہ رسموں کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے اگر کسی کو کچھ نقصان ہو جائے تو وہ یہ کہے کہ چونکہ اس نے فلاں موقع پر ایسا کیا تھا اس لئے اس کے ساتھ یوں ہوا ہے، گویا ایسا کہنے والی بدشگونی کی تاثیر کا اعتقاد رکھتی ہے جو کہ حرام ہے۔ جیسا کہ زواجر میں ہے کہ بدفالی کو گناہِ کبیرہ شمار کیا جاتا ہے اور مناسب بھی یہی ہے کہ یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہو جو بدفالی کی تاثیر کا اعتقاد رکھتا ہو جبکہ ایسے لوگوں کے اسلام (یعنی مسلمان ہونے نہ ہونے) میں کلام ہے۔[3]

چھلہ کی جائز رسومات: ان رسموں سے بھی اگر مراد اچھا شگون ہو تو کوئی حرج نہیں: ٭ ماں اور بچے کو اکیلے چھوڑنے سے منع کیا جاتا ہے۔ ٭ ہر وقت دونوں کے پاس روشنی رکھی جاتی ہے اندھیرا نہیں ہونے دیا جاتا۔ ٭ چھلہ میں بچے کے پاؤں کے ساتھ ہینگ باندھی جاتی ہے تاکہ بچہ نہ ڈرے۔ ٭ چالیسویں دن بچے کو جھولے میں ڈال کر جھلایا جاتا ہے اور سبھی لوگ بچے کیلئے تحائف وغیرہ پیش کرتے ہیں۔ ٭ نفاس کے ایام میں زچہ اور بچہ کو 4 بار غسل کروایا جاتا ہے، بارہویں دن، اکیسویں دن، تیسویں دن، چالیسویں دن۔ ٭ چالیسویں دن غسل کروا کر دو رکعات شکرانے کے پڑھواتے ہیں اور اللہ پاک اور رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے نام پر کھیر بنا کر شکرانے میں لوگوں کے درمیان تقسیم کر دی جاتی ہے۔

---

1 رسم و رواج کی شرعی حیثیت، ص162 2 فتاویٰ رضویہ، 4/355-356

3 الزواجر، 1/326

غور و تدبر میں ڈوبی ہوئی خاموش طبیعت خواتین بولتی ہیں تو مفید و حکمت بھری بات ہی کہتی ہیں۔ لہٰذا بے مقصد باتیں کرنے کے بجائے خاموش رہ کر مختلف معاملات بالخصوص دین و آخرت کے متعلق نتیجہ خیز غور و تدبر کرنا چاہئے کہ اسے ایک روایت میں رات بھر کی عبادت سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔[1] مگر افسوس آج کل سکوت، تدبر، غور و فکر اور خاموشی کہیں نظر نہیں آتی ہے۔ یاد رکھئے! بلا ضرورت و بے مقصد گفتگو کرنا اور ہر وقت بولتے رہنا اخروی ہلاکت کا بھی سبب ہے کہ زبان کی بے باکی اوندھے منہ جہنم میں دھکیل دے گی۔[2] اور زیادہ بولنے والیوں سے ان کے قرب و جوار کی خواتین بیزاری اور اکتاہٹ محسوس کرتی ہیں، جبکہ خاموشی میں کثیر فوائد پوشیدہ ہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے خود بھی خاموشی کو پسند کرتے ہوئے عملی طور پر اسے اختیار فرمایا[3] اور بارہا ہمیں بھی خاموشی کی ترغیب دلائی، چنانچہ خاموشی کو حفاظت کا ضامن قرار دیتے ہوئے فرمایا: مَنْ صَمَتَ نَجَا یعنی جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔[4] کبھی دین کے لئے اس کے معین و مددگار ہونے کی صراحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: خاموشی کو لازم کرلو کہ یہ شیطان کو بھگاتی ہے اور تمہارے لئے دینی معاملات میں مددگار ہے۔[5] کبھی مفید اور کارآمد باتوں کے علاوہ ہونٹ سی لینے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: جو اللہ پاک اور قیامت پر یقین رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اچھی بات کرے یا چپ رہے۔[6] کبھی زبان کی اضافی پُونجی محفوظ رکھنے اور مال کی اضافی پُونجی (بطورِ صدقہ) خرچ کرنے والوں کے لئے خوش خبری بیان کرتے ہوئے فرمایا: اس شخص کو مبارک ہو جو زائد مال خرچ کردے اور ضرورت سے زائد باتیں نہ کرے۔[7] لہٰذا ہمیں ان فرامینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے خاموش رہ کر زبان کی حفاظت کرنی چاہئے کہ اس کے ذریعے انسان دنیا و آخرت کی بہت سی آفتوں، پریشانیوں، ندامتوں اور پچھتاووں سے محفوظ رہتا ہے۔ پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گفتگو سے بچنے کے لئے اپنے منہ میں کنکری رکھا کرتے اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کرتے: یہی وہ چیز ہے جو مجھے ہلاکت کی جگہوں پر لے گئی ہے۔[8] ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ زبان درندے کی مانند ہے، اگر تم نے اسے باندھ کر نہ رکھا تو یہ تم پر جھپٹ پڑے گی اور تمہیں نقصان پہنچے گا۔[9] لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ جہاں نیکی کی دعوت، دین کی اشاعت اور حق کو ثابت کرنے اور باطل کو جھٹلانے کے لئے بولنا ضروری ہو تو وہاں خاموش رہنے کے بجائے حق گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہادری اور ہمت و حوصلے کے ساتھ بولنا ہی چاہئے مگر بدقسمتی سے ہماری سوسائٹی کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ جہاں حق کے لئے آواز بلند کرنے کی ضرورت ہو وہاں لوگ خاموش ہو جاتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں زبان کے دُرست استعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

❶ الزہد لابی داؤد، ص192، حدیث:209 ماخوذاً ❷ ترمذی، 4/280، حدیث: 2625 ماخوذاً ❸ شرح السنۃ، 7/45، حدیث: 3589 ماخوذاً ❹ ترمذی، 4/225، حدیث: 2509 ❺ شعب الایمان، 243، حدیث: 4942 ❻ بخاری، 4/240، حدیث: 6475 ❼ شعب الایمان، 3/225، حدیث: 3388 ❽ احیاء العلوم، 3/137 ملتقطاً ❾ المستطرف، 1/146

بنتِ طارق عطاریہ مدنیہ فیصل آباد

فضول گوئی کی مذمت

فضول گوئی سے مراد ہے: بے فائدہ بات کہنا یا مفید بات میں غیر ضروری الفاظ بڑھا دینا۔[1] بد قسمتی سے فی زمانہ زبان کے محتاط استعمال کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی، وقت بے وقت بولتے رہنے کی عادت صرف فضول گوئی اور غیر مفید باتوں ہی کا سبب نہیں بنتی بلکہ بہت سی آفتوں کا باعث بھی بنتی ہے، زیادہ بولنے والیوں کے منہ سے جھوٹ بھی نکلتا ہے، غیبت بھی سرزد ہوتی ہے، راز فاش ہوتے ہیں، دل آزاریاں ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ لوگوں کی ہر بات کو قینچی کی طرح کاٹتے رہنے کی وجہ سے وقار بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ زبان کا غیر محتاط استعمال گندی گالیوں اور بیہودہ و شرمناک باتوں کا سبب بھی بنتا ہے۔ لہٰذا زبان کی نعمت کو صرف مفید اور ضروری باتوں ہی کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ یاد رکھئے! ہمارے نامۂ اعمال میں ہماری زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ لکھ کر محفوظ کیا جا رہا ہے جو کل قیامت میں اللہ پاک کے سامنے پڑھنا بھی ہوگا۔ اللہ پاک فرماتا ہے: مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ﴿۱۸﴾ (پ26، ق:18) ترجمۂ کنزُ العرفان: وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر یہ کہ ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار بیٹھا ہوتا ہے۔ ایک مقام پر ہے: اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ﴿۱۴﴾ (پ15، بنی اسرائیل:14) ترجمۂ کنز العرفان: (فرمایا جائے گا کہ) اپنا نامۂ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کیلئے تو خود ہی کافی ہے۔

اللہ پاک کے آخری نبی، مکی مدنی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بارہا اپنے فرامین میں فضول گوئی سے بچنے کی ترغیب دلائی اور زبان کے غلط استعمال پر ہلاکت میں پڑنے کی نشاندہی فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ فضول باتیں چھوڑ دے۔[2] ایک بار تو اپنی زبانِ مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: اسے قابو میں رکھنا تمہارے لئے ضروری ہے، جب پوچھا گیا کہ کیا گفتگو پر بھی گرفت ہوگی؟ فرمایا: لوگوں کو جہنم میں منہ یا ناک کے بل ان کی زبان کی لغزشیں ہی گھسیٹیں گی۔[3]

ہمارے بزرگ ہر قسم کی غیر ضروری باتوں اور بے کار سوالات کو بھی فضول گوئی شمار کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک بار کسی شخص نے حضرت سفیان ثوری رحمۃُ اللہِ علیہ سے ان کے لباس کے متعلق پوچھا کہ یہ کیسا کپڑا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: سلف صالحین فضول گوئی کو ناپسند جانتے تھے۔[4] یعنی آپ نے یہ نصیحت فرمائی کہ اس طرح کی باتیں پوچھنا فضول ہے۔ اگر کبھی بے توجہی میں ان مقدس ہستیوں کی اپنی زبان سے بھی غیر مفید بات نکل جاتی تو نادم ہوتے اور ازالے کی کوشش بھی کرتے، جیسا کہ ایک بزرگ کسی محل کے دروازے کے پاس سے گزرے تو مالک سے پوچھا: تم نے یہ مکان کب بنایا؟ مالک ابھی جواب دینے ہی والا تھا کہ فوراً اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے دھوکے باز نفس! تو نے ایسی شے کے متعلق سوال کیا، جو تیرے مطلب کی نہیں، لہٰذا میں تجھے ایک سال کے روزے رکھ کر سزا دوں گا۔[5]

---

1 لباب الاحیاء، ص 234 2 ترمذی، 4 / 142، حدیث: 2334
3 ترمذی، 4/280، رقم: 2625 ماخوذاً 4 اللہ والوں کی باتیں، 7 / 89 ماخوذاً
5 مرقاۃ المفاتیح، 8/586، تحت الحدیث: 4840

بے جا سختی

بنتِ خالد عطاریہ مدنیہ

اف دو گھنٹے ہو گئے مگر تم سے یہ دو صفحات کا ہوم ورک پورا نہیں ہو رہا، بیٹا تم بہت ہی کاہل ہو، مجھے پتا ہے کہ اتنا سا کام رات تک بھی پورا نہیں کر پاؤ گی۔۔ اور یہ رائٹنگ دیکھی ہے اپنی؟ کتنی گندی ہے، لگ رہا ہے کہ لکھنے کے بجائے صفحے کالے کر رہی ہو بس!۔۔ تمہیں پڑھانے کے علاوہ بھی میرے پاس بہت سے کام ہیں سمجھیں!۔۔ یہ لو اور ان سوالوں کے جوابات ایک منٹ میں مکمل کر کے مجھے چیک کرواؤ۔۔ میں کچن میں جا رہی ہوں۔ ہو نہہ! سلمٰی سہم کر اچانک پیچھے ہوئی کیونکہ اس کی امی جان نے جلی کٹی سنانے کے بعد غصے کے مارے کاپی اتنی زور سے میز پر گویا دے ماری تھی کہ پٹاخا بج گیا تھا۔ ابھی کل ہی تو رابعہ نے سلمٰی کو جوتے اُن کی جگہ پر نہ رکھنے اور سبق کم وقت میں یاد نہ کرنے پر خوب کوسا تھا اور اتنی ڈانٹ پلائی تھی کہ ان کے کچن میں جانے کے بعد وہ دیر تک روتی رہی تھی اور آج وہ پھر برس پڑی تھیں، آج پھر سلمٰی دل مسوس کر رہ گئی، ابھی وہ سنبھلی بھی نہ تھی کہ رابعہ کچن چھوڑ کر واپس آگئیں، دکھاؤ۔۔ کتنا کام کر لیا ہے، اُف پھر وہی غلطی۔ ابھی سمجھا کر گئی تھی مگر مجال ہے جو تمہیں کوئی بات سمجھ آجائے۔۔

دوسری کلاس میں پڑھنے والی سات سالہ سلمٰی خاموش طبع تھی نہ لاپروا اور کند ذہن تھی، بلکہ وہ تو ہنس مکھ، شوخ طبع ہر وقت چہکارنے اور اچھا لکھنے پڑھنے والی بچی تھی، ٹیچرز کی نظر میں بھی ممتاز تھی، خود اس کے امی ابو کو بھی کبھی اس سے کسی قسم کی شکایت نہ رہی تھی۔ مگر مالی پریشانی کی وجہ سے جب سے رابعہ گرلز اسکول میں ٹیچر لگی تھیں اور ان کی ذمہ داریاں دگنی ہوئی تھیں تب سے انہیں ننھی سلمٰی میں آئے دن نت نئی خامیاں نظر آرہی تھیں، وہ سلیقہ مند دکھائی دیتی نہ اچھا لکھتی پڑھتی، جلد سبق یاد کرتی نہ کوئی اور کام ڈھنگ سے کر پاتی، جس کی وجہ سے وہ تقریباً روزانہ ہی اسے کئی کئی بار ڈانٹتی سمجھاتی تھیں۔ سلمٰی کے ابو عدنان صاحب آج طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے معمول سے پہلے ہی گھر آگئے تھے، گھر آئے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دو تین مرتبہ انہوں نے رابعہ کو سلمٰی پر برستے دیکھا، آخر ان سے رہا نہ گیا تو کسی حد تک تُند لہجے میں رابعہ سے بولے: آپ کچن کا کام نمٹا لیجئے، اسے میں ہوم ورک کروا دیتا ہوں۔ پھر رات کو کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر مناسب موقع پر انہوں نے رابعہ سے سلمٰی کو یوں ڈانٹنے کی وجہ پوچھی تو وہ گویا پھٹ پڑیں، جب وہ سلمٰی کی کمزوریوں کی لمبی فہرست سنا کر خاموش ہوئیں تو عدنان صاحب نے سمجھایا کہ ان کمزوریوں میں آپ کی سختی کا کافی کردار ہے، آپ کی اضافی ذمہ داریوں اور دن بھر کی تھکن نے آپ کو چڑچڑا کر دیا ہے جس کی وجہ سے آپ نے سلمٰی کو نرمی سے سمجھانا چھوڑ دیا ہے۔ ذمہ داریوں کا بوجھ اپنی جگہ مگر آپ کو بھی سمجھنا چاہئے کہ آپ کا یہ بوجھ اٹھانے میں یہ چھوٹی سی بچی کوئی مدد نہیں کر سکتی، آپ اُلجھی ہوئی ہیں تو اسے مت اُلجھائیں، وہ ایک پھول کی کلی تھی جسے آپ کے مزاج کی گرمی نے کافی حد تک جُھلسا دیا ہے، اب آپ ہی اپنے مزاج کی نرمی اور تراوت سے اسے واپس کِھلانے میں کامیاب ہو سکتی ہیں۔۔ رابعہ توجہ سے اپنے خاوند کی باتیں سُن رہی تھیں، شرمندگی ان کے چہرے پر عیاں تھی۔ آخر بولیں: واقعی بے جا سختی نے میری بیٹی سے اس کی ہنسی اور خود اعتمادی چھین لی ہے، میں اپنی نرمی و پیار کے ذریعے اسے یہ چیزیں واپس دلا کر رہوں گی۔ اِن شاءَ اللہ

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے سلسلے نئے لکھاری کے تحت ہونے والے 23ویں ماہ کے تحریری مقابلے کے مضامین شامل ہیں۔ ماشاء اللہ ہر ماہ کثیر تعداد میں اسلامی بہنیں اس میں حصہ لیتی ہیں اور بسا اوقات مضامین کی تعداد 100 سے بھی تجاوز کر جاتی ہے۔ چونکہ یہ سلسلہ شروع ہوئے دو سال ہونے والے ہیں اور اب ماہنامہ خواتین ویب ایڈیشن کا پلیٹ فارم بھی موجود ہے، اس لئے چند ضروری باتیں مقابلے کی شرکا اسلامی بہنوں کے گوش گزار کرنا مفید ہوگا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے اکثر اسلامی بہنوں کے مضامین قبول تو کر لئے جاتے رہے ہیں مگر وہ مقابلے کی شرائط پر بالکل پورا نہیں اترتے،، مثلاً اسی ماہ کے مضامین کو لے لیجئے کہ اس ماہ تین عنوانات پر کل 51 مضامین موصول ہوئے۔ ان میں سے صرف 4 مضامین ایسے تھے جو تحریری مقابلے کی شرائط پر پورا اترے۔ جبکہ 32 مضامین میں چند شرائط اگرچہ مفقود تھیں مگر محض اسلامی بہنوں کی حوصلہ افزائی کے لئے انہیں دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ شب و روز پر اپ لوڈ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جبکہ 15 مضامین ایسے تھے جو شب و روز ویب سائٹ پر بھی اپ لوڈ نہیں کئے جا سکتے تھے۔ چنانچہ اس تمام صورتِ حال کو مد نظر رکھتے ہوئے تمام اسلامی بہنوں کی خدمت میں عرض ہے کہ تحریر ایک فن ہے، اسے آسان نہ جانئے، بلکہ واٹس ایپ کے گروپ میں مضمون لکھنے کی جو مشقیں شئیر کی گئی ہیں، ان پر عمل کیجئے، امید ہے آپ ایک اچھی لکھاری ثابت ہوں گی۔ اس کی ایک بہترین مثال ماہنامہ خواتین ویب ایڈیشن کی مستقل لکھنے والی اسلامی بہنیں ہیں۔ جنہوں نے تحریری مقابلے میں حصہ لے کر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور مجلس نے انہیں باقاعدہ مضامین لکھنے کے لئے منتخب کیا۔۔۔ لہٰذا اپنی تحریروں میں نکھار لائیے اور خواہ مخواہ کاغذ کالے نہ کیجئے، بلکہ اپنے مضامین سوچ سمجھ کر اور اپنی تحریری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے لکھئے۔ تحریری صلاحیتوں میں اضافے کے لئے اس واٹس ایپ نمبر 03486422931 پر اپنے رابطے کو مضبوط رکھئے۔ اللہ پاک آپ کا حامی و ناصر ہو اور ہم سب کو اَمیرِ اَہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ کے دامن سے وابستہ رکھتے ہوئے دین متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ امین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

فرسٹ: سال 2022 کیسے گزاریں؟

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ (گوجرہ)

اللہ پاک نے انسان کا مقصدِ تخلیق قراٰنِ کریم میں کچھ یوں ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ(۵۶)﴾ (پ27، الذٰریٰت: 56) ترجمۂ کنز الایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی (اسی لئے) بنائے کہ میری بندگی کریں۔ لیکن افسوس کہ انسان دنیا میں آکر اپنی تخلیق کے مقصد کو بھول بیٹھا، ربِّ کریم کی عبادت سے غافل ہو گیا اور بھول گیا کہ اس کو ایک دن مرنا اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ دنیاوی زندگی عارضی ہے، اس کی ہر چیز عارضی ہے۔ انسان نے اسی دنیا کو بہتر بنانا اپنا مقصدِ حیات سمجھ لیا اور اپنے دن، رات، ماہ و سال مسلسل اس دنیا کو بہتر بنانے میں گزار دیئے۔ اپنے قیمتی وقت کو فضولیات میں

برباد کر دیا۔ یہ وقت اللہ پاک کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ مگر افسوس! انسان نے اس کی قدر نہیں کی اور اس کو غفلتوں میں گزار دیا۔ زندگی کے کتنے ہی سال، مہینے اور دن لاپروائیوں اور گناہوں کی نذر ہو گئے۔ لیکن ابھی بھی وقت ہے، ابھی سانسیں چل رہی ہیں تو جو وقت گزر گیا اس پر غور کرتے ہوئے آنے والے وقت کو اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رضا والے کاموں میں گزارنے کی نیت کرنی چاہئے۔ آیئے! نیت کرتے ہیں کہ آنے والا سال اللہ پاک کی عبادت اور نیکی کے کاموں میں گزاریں گے۔ ان شاء اللہ

عبادتِ الٰہی: آج سے ہی سال 2022ء کے اہداف طے کر لیتے ہیں کہ آنے والے سال میں بلاعذر شرعی ہماری کوئی نماز قضا نہیں ہو گی۔ فرائض و واجبات کا اہتمام کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ قضا نماز اور روزوں کی ادائیگی کریں گے۔ تلاوتِ قراٰن، ذکر و اذکار اور درودِ پاک میں اپنا وقت صرف کریں گے اور اس سال بلکہ آنے والی زندگی کے ہر سال ہر دن بلکہ ہر لمحے کو رضائے الٰہی کے کاموں میں گزارنے کی کوشش کریں گے۔ **حقوق العباد:** سال 2022ء میں ہم حقوق العباد کا خیال کریں گے۔ ہمارا یہ ہدف ہونا چاہئے کہ اگر ہم سے کسی کا حق تلف ہوا ہو تو اس کا حق ادا کریں گے اور معافی بھی مانگیں گے۔ والدین، رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حقوق کا خیال کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے کو پُرامن بنانے کی کوشش کریں گے۔ **تعلیم و تعلم:** تعلیم کو عام کریں گے اور اپنے ملک سے ناخواندگی کی شرح کو کم کرنے کی کوشش کریں گے۔ خود بھی علمِ دین سیکھیں گے اور دوسروں کو بھی سکھائیں گے۔ **اچھی صحبت:** انسان کو اچھی زندگی گزارنے کے لئے اہلِ علم اور دانشور لوگوں کی صحبت کو اختیار کرنا چاہئے۔ وہ لوگ جو دین اور دنیا کا فہم و شعور رکھتے ہیں ان کی صحبت کو اختیار کرنے سے انسان کے علم اور عمل کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اس لئے نیت کرتے ہیں کہ آنے والی زندگی میں نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں گے۔ **صحبتِ بد سے دوری:** وہ لوگ جو بُری صحبت اختیار کرتے ہیں وہ غلط نظریات اور غلط راستوں پر چل نکلتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بُری صحبت سے بچیں۔ آنے والے سال میں ہم یہ نیت کرتے ہیں کہ ایسوں کی صحبت سے بچیں گے جن سے عقائد و اعمال میں خرابی پیدا ہوتی ہو۔ **لغویات اور حرام سے اجتناب:** سال 2022ء کو لَغْویات اور حرام سے پاک گزاریں گے۔ بلکہ آنے والی پوری زندگی کے لئے نیت کریں کہ حرام اور فضول کاموں سے بچیں گے۔ ہر اس کام سے اجتناب کریں گے جو اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ناراضی کا سبب ہے۔ نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن بندہ اس وقت تک اللہ پاک کی بارگاہ میں کھڑا رہے گا جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے۔ (1) اپنی زندگی کن کاموں میں گزاری؟ (2) اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ (3) مال کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور (4) اپنا جسم کن کاموں میں لگایا؟[1] ان سوالوں کے جوابات کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو اپنے احوال کا جائزہ لینا ہو گا اور پھر درستی کی طرف آنا ہو گا۔ اسی صورت میں ہم قیامت کے دن کی شرمندگی سے بچ سکیں گے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمارا آنے والا سال بلکہ زندگی کا ہر لمحہ اس کی رضا کے مطابق گزرے اور اس کی دائمی رضا نصیب ہو جائے۔ اٰمین بجاہِ النبی الکریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

سیکنڈ: سال 2022 کیسے گزاریں؟

بنتِ بلال عطاریہ (لاہور)

محترم اسلامی بہنو! جب آپ سال کی منصوبہ بندی کرتی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ وقت کی منصوبہ بندی کرتی ہیں، سال 2022 کیسے گزارنا ہے؟ یہ جاننا اتنا اہم نہیں ہے، جتنا یہ جاننا اہم ہے کہ آج کا دن اور آنے والا لمحہ کیسے گزارنا ہے! تبھی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حدیثِ مبارکہ ہے: (آخرت کے معاملے میں) گھڑی بھر غور و فکر کرنا 60 سال کی عبادت سے بہتر ہے۔[2] جب لفظِ آخرت آتا ہے تو اس سے دینی اور دنیاوی دونوں معاملات مراد ہوتے ہیں، لہٰذا حدیثِ مبارکہ سے پتا یہ چلا کہ زیادہ اہم یہ ہے کہ آپ لمحۂ موجودہ کس طرح گزارتی ہیں! لہٰذا ایک لمحے کو بھی اچھا گزارنا سیکھیں اور

آپ اچھا سال، دن یا لمحہ اس وقت گزار سکتی ہیں، جب آپ میں پہلے سے اچھا، نیا اور بہتر کر کے دکھانے کا جذبہ اور سوچ ہو۔ اس لئے کہا جاتا ہے: زندگی صدیوں، سالوں اور مہینوں میں نہیں بدلتی، بلکہ اس لمحے بدل جاتی ہے، جب آپ اسے بدلنے کا فیصلہ کرتی ہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے تو یہ فیصلہ کریں کہ آنے والے لمحوں میں کیا کیا نہیں کرنا، اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کن راستوں پر نہیں چلنا تو ان راستوں کی پہچان زیادہ آسان ہو جاتی ہے کہ جن پر چلنا ہوتا ہے۔ اس لئے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے اسلام کی ایک خوبی بے مقصد کام کو چھوڑ دینا ہے۔[3] لہٰذا جو بھی planning (منصوبہ بندی) کریں، اس میں دین اور دنیا کا کوئی مقصد ضرور ہونا چاہئے۔ جیسا کہ خود کو اچھا انسان بنائیں، اپنی صحت، اخلاق پر بھرپور توجہ دیں، کئی گناہوں مثلاً جھوٹ، تکبر اور بُرے اخلاق یا نمازوں میں سستی ہو تو دور کرنے کی کوشش کریں۔ وہ اس طرح کہ ہر مہینے ایک بُری عادت کو لیجئے اور یہ نیت کر لیں کہ اس عادت کو مجھے خود سے نکالنا ہے۔ اسی طرح جو عادات اچھی ہوں مثلاً نفلی نمازیں، روزے، عاجزی، سلام و مصافحہ، شفقت اور برداشت وغیرہ کی عادات کو اپنا لیجئے اور پورا مہینا مسلسل ان پر قائم رہیں یہ عادات آپ کے مزاج کا حصہ بنتی چلی جائیں گی۔ اسی طرح اپنے دنیاوی اور معاشرتی معاملات چاہے وہ خاندان سے متعلق ہوں یا سہیلیوں سے، انہیں بہتر بنانے پر بھی توجہ دیجئے۔ یاد رکھئے! جب بھی کوئی چیز plan کریں، آغاز ہمیشہ چھوٹے سے کریں یا تھوڑے سے، اس کا تسلسل برقرار رکھیں، تاکہ کامیابی بڑی ملے۔ کامیابی کی طرف اٹھایا جانے والا پہلا قدم مشکل ہوتا ہے، مگر یاد رکھئے! مشکل آسانی ضرور لاتی ہے۔ اللہ پاک سال 2022 کو دینی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے عافیت کے ساتھ گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

فرسٹ: اسلام میں اخوت و بھائی چارے کی اہمیت

بنتِ محمد سلطان (واہ کینٹ)

الحمدُ للہ کہ اس نے ہمیں انسان بنایا اور پھر مسلمان بنایا، عقل و شعور عطا فرمایا، ہدایت کے لئے قرآنِ کریم عطا فرمایا اور اس کلامِ پاک میں فرمایا: ترجمۂ کنز العرفان: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے منع کرتے ہیں۔ (پ10، التوبۃ: 71)

اخوت و بھائی چارہ سنتِ رسول سے ثابت ہے۔ چنانچہ مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کے وقت جب مسلمان رضائے الٰہی و حکمِ مصطفےٰ پر عمل کرنے کے لئے اپنے گھر بار، کاروبار، جائیداد سب چھوڑ کر اپنے آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر آس رکھے مدینے پہنچے تو خالی ہاتھ تھے۔ اس موقع پر میرے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے شفقت فرماتے ہوئے ایک ایک مہاجر صحابی کو ایک ایک انصاری صحابی کا بھائی بنا دیا۔ انصاری صحابہ کرام نے بھائی ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے مال، جائیداد اور گھر بار سب میں اپنے مہاجر بھائیوں کو حق دیا، اسے مواخاتِ مدینہ بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے (مواخات کے تحت) حضرت عبدُ الرحمن بن عوف مہاجر رضی اللہ عنہ کو حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدُ الرحمن رضی اللہ عنہ سے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار ہوں، میں اپنا مال بانٹ کر اس میں سے نصف آپ کو دیتا ہوں۔ حضرت عبدُ الرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کا مال آپ کے لئے برکت والا ہو! کیا یہاں کوئی بازارِ تجارت (منڈی) ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں ہے اور انہیں "بنو قینقاع" کے بازار کا پتا بتایا۔ حضرت عبدُ الرحمن رضی اللہ عنہ صبح منڈی گئے، شام کو منافع کا پنیر اور مکھن ساتھ لائے، اسی طرح روزانہ منڈی میں جاتے اور تجارت کرتے رہے، تھوڑے ہی عرصے میں وہ مالدار بن گئے اور انہوں نے شادی بھی کر لی۔[4] اس واقعے سے ہم اندازہ لگا سکتی ہیں کہ اسلام میں اخوت و بھائی چارے کی کتنی اہمیت ہے! اگر اخوت و

بھائی چارے کی اہمیت نہ ہوتی تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم یہ نہ فرماتے: ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے، جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔[5] ایک مقام پر فرمایا: مسلمانوں کی آپس میں محبت، شفقت اور رحمت کی مثال ایک جسم کی طرح ہے۔ جب جسم کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو بخار اور بے خوابی میں اس کا سارا بدن شریک ہوتا ہے۔[6] پوری امت کی ترقی و خوشحالی اور استحکام، اخوت و بھائی چارے کے فروغ میں ہے اور بھائی چارے کی بنیاد مساوات اور باہمی محبت پر ہے۔ لہٰذا اگر مسلمان لسانی تعصب اور مفاد پرستی سے نکل کر بھائی بھائی بن جائیں تو آج بھی امتِ مسلمہ اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر سکتی ہے۔

جس طرح پوری امت کی ترقی و خوشحالی کا راز اخوت میں پنہاں ہے، اسی طرح ایک معاشرے حتّٰی کہ ایک گھرانے کے استحکام کے لئے بھی اخوت و بھائی چارے کی ضرورت ہے، جس کے بعد اچھے اخلاق اور حقوق و فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ایک مثالی اسلامی معاشرہ وجود میں آئے گا اور اسلامی دنیا کے بے تحاشا مسائل حل ہوں گے۔ نیز اگر مسلمان کسی کو کسی سے کمتر نہ سمجھیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ایثار و قربانی سے پیش آئیں تو امتِ مسلمہ پوری دنیا کے لئے عملی نمونہ بن جائے گی۔

فرسٹ: شانِ یارِ غار بزبانِ حیدرِ کرار

بنتِ محمد سلیم مدنیہ (حیدر آباد)

یارِ غار و یارِ مزار حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ایسے صحابیِ رسول ہیں جن سے مولا علی رضی اللہ عنہ کو والہانہ محبت تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بذاتِ خود شانِ صدیقِ اکبر کو بیان فرمایا ہے، چنانچہ حضرت علی، حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ** یعنی اس امت میں، اس امت کے نبی کے بعد سب سے بہتر حضرت ابو بکر، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔[7] معلوم ہوا! حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے سب سے افضل ہونے کے قائل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا: مجھے پتا چلا ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے رہے ہیں! اگر میں اس معاملے میں مقدم ہوں تو سزا کا حق دار ہوں، تقدیم سے پہلے مجھے سزا نا پسند ہے۔ تو جس نے ایسا کہا (یعنی مجھے حضرت صدیقِ اکبر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دی)، وہ مُفْتَرِی (بہتان لگانے والا) ہے۔ اس کو وہی سزا دی جائے گی جو مُفْتَرِی (بہتان لگانے والے) کو دی جاتی ہے۔ بے شک رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سے بہتر حضرت ابو بکر پھر عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔[8] معلوم ہوا! جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی گئی تو آپ کا منبر پر جلوہ افروز ہو کر غم و غصے کا اعلان کرنا کوئی عام بات نہ تھی۔ آپ کا مبارک انداز بتا رہا ہے کہ یہ مسئلہ کئی مسائل سے زیادہ اہمیت کا حامل تھا کہ نہ صرف آپ نے افضل کہنے والوں کا رد فرمایا، بلکہ انہیں جھوٹا قرار دے کر سزا کا حق دار بھی بتایا۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اپنی زبانِ مبارک سے شانِ صدیق بیان فرما رہے ہیں کہ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بعد زیادہ حق دار ہیں، وہ غار کے ساتھی اور دو میں سے دوسرے ہیں۔ نیز ہم ان کی بزرگی اور بڑائی کے قائل ہیں۔ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں انہی کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔[9] سبحان اللہ! معلوم ہوا! حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے کس قدر والہانہ اور محبت بھرے انداز میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی مدح و ستائش، عظمت و رفعت، منزلت و مرتبت اور امتیازی خصوصیات کو بیان فرمایا، نیز اپنے کلام کو اس انداز میں مضبوط

کیا کہ انکار کی گنجائش نہ رہی۔ اللہ پاک ہمیں بھی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِین بِجَاہِ النّبیِّ الْکَرِیم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم۔

ہر صحابیِ نبی، جنّتی جنّتی، صدیق و عمر جنّتی جنّتی

①ترمذی،4/188،حدیث:2425 ②جامع صغیر للسیوطی،ص365،حدیث: 5897 ③ترمذی،4/142،حدیث:2324 ④بخاری،2/4،حدیث:2048 ملخصاً ⑤بخاری،4/107،حدیث:6026ملتقطاً ⑥مسلم،ص1071،حدیث:6586 ⑦مسند امام احمد،1/226،رقم:834 ⑧فضائل الصحابہ لامام احمد،1/336،337، رقم:484 ⑨بخاری،1/243،حدیث:682ماخوذاً

جامعات کی معلمات، ناظمات اور تنظیمی ذمہ داران کے لئے خوش خبری

اَلحمدُ لِلّٰہ! اسلامی بہنوں کی تحریری صلاحیتوں میں نکھار لانے کے لئے ماہنامہ فیضانِ مدینہ میں سلسلہ تحریری مقابلہ کا آغاز کیا گیا تھا جس میں کثیر اسلامی بہنوں نے مضامین لکھ کر فوائد و منافع حاصل کئے اور اپنی تحریری صلاحیتوں کو اجاگر کیا اور ایسی اسلامی بہنوں کی حوصلہ افزائی کی گئی، اسی طرح اب ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے ماہنامہ فیضانِ مدینہ تحریری مقابلہ کی طرح ماہنامہ خواتین کے لئے بھی ایک خاص تحریری مقابلہ اپریل سے شروع کیا جارہا ہے اس میں بھی ہر ماہ 3 عنوانات ہوں گے جس پر اسلامی بہنیں مضمون لکھیں گی۔ اچھا لکھنے والی اسلامی بہنوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی لیکن انہیں کوئی انعامی چیک نہیں پیش کیا جائے البتہ انہیں ماہنامہ خواتین میں مضمون لکھنے کے لئے ترجیح دی جائے گی، اس تحریری مقابلہ کے مضامین جمع کروانے کی آخری انگریزی تاریخ 20 ہوگی۔

تحریری مقابلہ کی شرائط:

یہ مضامین صرف ایسی اسلامی بہنیں لکھیں گی جو جامعہ کی معلمہ یا ناظمہ، یا تنظیمی سطح پر ذمہ دار ہوں۔ ✲ ہر مضمون میں تمہید و اختتامیہ ضرور ہو۔ ✲ مضمون کے الفاظ تقریباً 500 ہوں۔ ✲ مضامین میں حوالہ جات لازمی لکھے جائیں۔ ✲ مضمون کسی بھی مقام مثلاً نیٹ کتب وغیرہ سے کاپی پیسٹ ہرگز ہرگز نہ ہو۔ ✲ اپنی تحریری صلاحیتوں کا استعمال لازمی کیا گیا ہو۔ ✲ مضمون کے لئے مواد مستند اور سنی علما کی کتب سے لیا گیا ہو۔ ✲ آیات کا ترجمہ فقط ترجمہ کنز الایمان یا کنز العرفان سے ہو لیکن آیات ذکر نہ ہوں۔ ✲ مضامین میں املا اور اردو ادب کا خاص خیال رکھا جائے۔ ✲ مضمون حتی المقدور کمپوز بھیجا جائے اگر ایسا کرنا مشکل ہو تو پھر صاف ستھری تصاویر کھینچ کر بھیجی جائیں تاکہ اسے پڑھنے اور سمجھنے میں کسی قسم کی دقت یا دشواری نہ ہو۔ ✲ ماہنامہ خواتین ویب ایڈیشن کو دیئے جانے والے مضامین کسی اور کو نہ دیئے جائیں۔

مضامین ریجیکٹ ہونے کی صورتیں:

✲ اگر مضمون کا مواد کسی ایک ہی کتاب سے بعینہ کاپی ہوا یا ایک ہی کتاب کے مختلف مقامات سے لکھا اور اپنی تحریری صلاحیت بالکل استعمال نہ کی۔ ✲ مضمون موضوع کے مطابق نہ ہوا، ✲ مضمون کا مواد غیر مستند ہوا، ✲ مضمون طویل ہوا، یا بہت زیادہ مختصر ہوا ✲ مضمون میں نام پتا، درجہ جامعہ، مکمل ایڈریس اور مکمل کوائف نہ ہوئے، ان تمام صورتوں میں مضمون ریجیکٹ ہو جائے گا۔

ڈاکٹر اُمِّ سارب عطاریہ
(سندھ گورنمنٹ ہاسپٹل، کراچی)

کینسر کی جلد تشخیص کے لئے ہدایات

Guidelines for Early Detection of Cancer

سرطان (Cancer) ایک ایسی بیماری ہے، جس میں جسم کے خلیے بہت تیزی سے نامناسب انداز میں بڑھنے اور پھیلنے شروع ہو جاتے ہیں، تقریباً دو سو سے زیادہ اقسام کے سرطان کی معلومات حاصل ہو چکی ہیں، جن کی وجوہات الگ الگ ہیں، ان میں سے کچھ اقسام بہت تیزی سے خون کے ذریعے پورے جسم میں پھیل جاتی ہیں۔

01 چھاتی کا سرطان (Breast Cancer)

40 سے 44 سال کی عورتوں کو میموگرام (چھاتی کا ایکسرے) کے ذریعے اسکریننگ (Screening) شروع کرنی چاہئے، 45 سے 54 سال کی عورتوں کو ہر سال میموگرام کرانا چاہئے، 55 اور اس سے زیادہ کی عورتوں کو ہر دو سال کے بعد میموگرام کرانا چاہئے، کچھ عورتوں کو ان کی خاندانی تاریخ، جینیاتی رجحان یا کچھ دوسرے عوامل کی وجہ سے میموگرام کے ساتھ ساتھ ایم آر آئی کے ذریعے بھی اسکریننگ کروانی چاہئے، (اس زمرے میں آنے والی خواتین کی تعداد بہت کم ہے) اس کے علاوہ اپنی لیڈی ڈاکٹر سے اپنے لئے اسکریننگ کے سب سے بہترین پلان کے بارے میں بات کریں نیز اپنا معائنہ خود بھی کرنا چاہئے اور کسی بھی قسم کی تبدیلی کی اطلاع فوری طور پر ڈاکٹر کو دیں۔

02 قولون، ریکٹل سرطان اور پولپس (Colon Cancer and rectal polyps)

یہ بڑی آنت کے سرطان کا نام ہے، عموماً 50 سال سے زیادہ عمر کے مرد اور عورتوں دونوں کو ٹیسٹ کروانے کے لئے یہ پلان استعمال کرنا چاہئے، ہر 5 سال کے بعد سگموئیڈو سکوپی (Sigmoidoscopy) یا پھر ہر 10 سال کے بعد قولونو سکوپی (Colonoscopy) فضلے کا اوکلٹ بلڈ ٹیسٹ (Stool for occult blood test)، سالانہ یا پھر ہر تین سال کے بعد اسٹول ڈی این اے (Stool D.N.A) ٹیسٹ، اگر خاندانی تاریخ یا دوسرے عوامل کی بنیاد پر کسی کو قولون کے سرطان کا زیادہ خطرہ ہے تو پھر مختلف شیڈول کے مطابق بیرم اینیما (Bariumenema) اور دوسرے ٹیسٹ جیسے، سی ٹی قولونو سکوپی (C.T colonoscopy) وغیرہ بھی ڈاکٹر سے مشورے کے بعد کروائے جاسکتے ہیں۔

03 گریوے کا سرطان (Cervical Cancer)

21 سال سے زیادہ عمر کی خواتین میں اس کینسر کی تشخیص کے ٹیسٹ شروع ہونے چاہئیں، 21 سال سے 29 سال کے بیچ کی عورتوں کو ہر تین سال بعد پیپ ٹیسٹ (Pap smear test) کروانا چاہئے، 30 سے 65 سال کے بیچ کی عورتوں کو ہر پانچ سال کے بعد ٹیسٹ کے ساتھ ایک اور مخصوص ٹیسٹ ایچ پی وی (HPV test) بھی کروانا چاہئے اور 65 سال کے بعد جن عورتوں میں مسلسل ٹیسٹ ہوتے رہے ہیں، ان کے ٹیسٹ بند ہونے چاہئیں۔

04 اینڈو میٹریل (بچہ دانی کا) سرطان (Endometrial Carcinoma)

اس کینسر کی تشخیص زیادہ تر بڑی عمر کی عورتوں میں جب کچھ خصوصی علامات ظاہر ہوتی ہیں، تب ہونی چاہئے، اس لئے اپنی خاندانی تاریخ اور اپنی علامات سے متعلق اپنی لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے۔

05 پھیپھڑے کا سرطان (Lung Cancer)

سگریٹ نوشی کی وجہ سے پھیپھڑوں کے سرطان کا زیادہ خطرہ ہے، ایک شخص جس نے 30 سال تک روز سگریٹ کا ایک پیکٹ پیا ہو، اس کی اسکریننگ سالانہ لو ڈوز سی ٹی اسکین (Low dose C.T scan) سے کی جاتی ہے۔

06 پروسٹیٹ کا سرطان (Prostate Cancer)

50 سال کی عمر سے مردوں کو طبی ضروریات مہیا کرنے والے سے ٹیسٹنگ کے فوائد اور نقصانات کے بارے میں بات کرنی چاہئے، تاکہ وہ اس بات کا فیصلہ کرسکیں کہ ٹیسٹنگ ان کے لئے صحیح انتخاب ہے، اگر آپ کے باپ یا بھائی کو 65 سال کی عمر سے پہلے پروسٹیٹ کا سرطان تھا تو آپ 45 سال کی عمر میں اپنے طبی معالج سے یہ بات کرلیں۔

ٹیسٹ کروانے کے بعد اس کے لیول کی مدد سے یہ فیصلہ ہوگا کہ آپ کو دوبارہ یہ ٹیسٹ کروانے کی ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ تھائی رائیڈ (Thyroid)، اورل کیویٹی (Oral cavity)، لمف نوڈز (Lymph nodes) اور رحم کے سرطان (Vaginal cancer) کے لئے معائنے اور اس کے علاوہ کچھ اور ٹیسٹ بھی شامل ہونے چاہئیں۔

کینسر جیسی مہلک بیماری سے بچنے کی احتیاطیں

کینسر جیسی مہلک بیماری سے خود کو بچانے کے لئے:

(1) ہر قسم کے تمباکو سے دور رہیں، جس میں سگریٹ کے علاوہ مختلف طریقوں سے چبا کے کھانے والے تمباکو بھی شامل ہیں۔

(2) وزن صحت مند لیول پر ہو، ورزش کریں، صحت مند کھانا کھائیں، چکنائی اور نمکیات سے پرہیز کریں۔

(3) پھلوں اور سبزیوں کا استعمال زیادہ کریں۔

(4) پیدل چلنے کی عادت ڈالیں۔

(5) اپنی خاندانی تاریخ (Family history) کو جانیں اور اسی کے مطابق اپنی علامات اور ان کے خطرات کو جانیں۔

(6) باقاعدہ معائنہ کرائیں اور سرطان کے اسکریننگ ٹیسٹ بھی کروائیں۔

دعوتِ اسلامی کے تحت 532 مقامات پر اسلامی بہنوں کے لئے شارٹ کورسز کا انعقاد

ساڑھے گیارہ ہزار سے زائد اسلامی بہنوں کی کورسز میں شرکت

دعوتِ اسلامی کے شعبہ شارٹ کورسز کے زیرِ اہتمام ملک بھر میں ماہِ نومبر میں 532 مختلف مقامات پر شمائلِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کورس، احکامِ وراثت کورس اور دیگر فرض علوم کورسز کروائے گئے جن میں کم و بیش 11 ہزار 546 اسلامی بہنوں نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ مبلغۂ دعوتِ اسلامی نے کورسز میں شریک اسلامی بہنوں کو بڑھ چڑھ کر دینی کام کرنے کا ذہن دیا اور اسلامی بہنوں کے مدرسۃ المدینہ میں داخلہ لینے کی ترغیب دلائی جس پر اسلامی بہنوں نے اچھی اچھی نیتوں کا اظہار کیا اور مدرسۃ المدینہ میں داخلہ لینے اور ہفتہ وار اجتماعات میں شرکت کرنے کی نیتیں کیں۔

لیاقت آباد کراچی میں مرحوم امجد صابری کے گھر احکامِ وراثت کورس کا انعقاد

شخصیات اسلامی بہنوں نے کورس میں شرکت کی

شعبہ رابطہ برائے شخصیات (دعوتِ اسلامی) کے تحت دسمبر 2021ء میں لیاقت آباد کراچی میں مرحوم امجد صابری کے گھر 4 دن کا احکامِ وراثت کورس منعقد ہوا جس میں 68 شخصیات اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ کورس میں مبلغۂ دعوتِ اسلامی نے سنتوں بھرے بیانات کئے اور اسلامی بہنوں کو دعوتِ اسلامی کی ملک و بیرونِ ملک میں ہونے والی دینی خدمات کے بارے میں بتاتے ہوئے انہیں بھی دینی کاموں میں حصہ لینے کا ذہن دیا جس پر انہوں نے اجتماعات میں شرکت کرنے، درسِ نظامی میں داخلہ لینے اور دعوتِ اسلامی کے ساتھ تعاون کرنے سمیت اچھی اچھی نیتوں کا اظہار کیا۔

بلدیہ ٹاؤن کراچی میں لیڈی ڈاکٹرز، ٹیچرز اور میڈیکل کی اسٹوڈنٹس کے درمیان مدنی حلقے کا سلسلہ

زون ذمہ دار اسلامی بہن کا سنتوں بھرا بیان

دعوتِ اسلامی کے شعبہ تعلیم کے تحت 14 دسمبر 2021 بروز منگل بلدیہ ٹاؤن کراچی میں لیڈی ڈاکٹرز، ٹیچرز اور میڈیکل کی اسٹوڈنٹس کے درمیان مدنی حلقے کا سلسلہ ہوا جس میں زون ذمہ دار اسلامی بہن نے "نماز کی ادائیگی" کے موضوع پر سنتوں بھرا بیان فرمایا اور پابندی سے نماز پڑھنے کی ترغیب دلائی، اس موقع پر شعبہ کی ایک ذمہ دار اسلامی بہن نے نماز کا عملی طریقہ بھی بیان کیا۔ حلقے میں شریک خواتین نے دعوتِ اسلامی کا ساتھ دینے اور اجتماعات میں شرکت کرنے کی نیتیں کیں۔

اسلامی بہنوں کی مزید خبریں پڑھنے کے لئے وزٹ کیجئے دعوتِ اسلامی کی آفیشل نیوز ویب سائٹ "دعوتِ اسلامی کے شب و روز"
Link news.dawateislami.net

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے نومبر 2021 کے دینی کاموں کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے:

دینی کام	اوورسیز کارکردگی	پاکستان کارکردگی	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے منسلک ہونے والی اسلامی بہنیں	2087	4766	6853
روزانہ گھر درس دینے والیاں	5451	75524	80375
مدرسۃ المدینہ (اسلامی بہنیں)	2988	6810	9798
مدرسۃ المدینہ (اسلامی بہنیں) میں پڑھنے والیاں	22205	62620	84825
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	912	9284	10196
شرکائے اجتماع	22962	287752	310714
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں	9743	92124	101867
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)	2375	21659	24034
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں	27561	507398	534959
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل	5236	60132	65368

تحریری مقابلہ ”ماہنامہ فیضانِ مدینہ“ کے عنوانات (برائے اپریل 2022)

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ: 20 جنوری 2022ء

1 قرآنِ کریم سے 10 مقاصدِ بعثتِ انبیاء

2 نمازِ عصر کی اہمیت و فضیلت پر 5 فرامینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

3 رمضان المبارک کی 5 منفرد خصوصیات

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں:

صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پریشانیاں اور ہمارا رویہ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت حضرت علّامہ
مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ

اللہ پاک کے آخری نبی صلَّی اللہُ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "صبر شُروع صدمے پر ہی ہوتا ہے۔" (بخاری، 1 / 434، حدیث: 1283) یعنی شروع صدمے پر دل میں جوش ہوتا ہے، اُس وقت اُس جوش کو روکنا بڑے بہادروں کا کام ہے۔ صبر سے مراد کامل صبر ہے جس پر بہت ثواب ملے۔ (مراٰۃ المناجیح، 2 / 504) یہ بات حقیقت ہے کہ مصیبت کو آئے ہوئے جب کچھ وقت گزر جاتا ہے تو پھر صبر آ ہی جاتا ہے یا انسان اس مصیبت ہی کو بھول جاتا ہے۔ صبر کا معنیٰ ہے نفس کو اس چیز سے باز (یعنی روک کر) رکھنا جس سے رکنے کا عقل اور شریعت تقاضا کر رہی ہو۔ (مفرداتِ امام راغب، حرف الصاد، ص 273) اِس لئے جیسے ہی تکلیف پہنچے بندہ کچھ بولے نہیں، چُپ ہو جائے اور اپنی باڈی لینگوئج سے بھی ایسا اِظہار نہ کرے کہ جس سے دوسرا شخص سمجھ جائے کہ اِسے کوئی تکلیف پہنچی ہے، کیونکہ کوئی بھلے چُپ رہے لیکن دوسروں کی موجودگی میں مُنہ بگاڑے، آہ، اُوہ کرے تو ہو سکتا ہے کہ دیکھنے سننے والا پوچھے کہ کیا ہوا؟ خیریت تو ہے نا؟ اپنی مصیبت کی ساری کہانی سنانے کے بعد آدمی بولے کہ میں نے خود نہیں بتایا یہ تو اس نے پوچھا تب میں نے بتایا ہے، حالانکہ اپنے جسم یا چہرے سے اس طرح کا اظہار کیا تھا کہ مجھ سے پوچھو: کیا تکلیف ہے؟ جبھی تو دوسرے نے آکر پوچھا ہے۔ یُوں لوگوں کے اندر اپنی پریشانی کے اظہار کی طرح طرح کی ترکیب بنائی جاتی ہے۔ یاد رکھئے! بِلا ضَرورت کسی کے سامنے تکلیف کا اِظہار کرنے سے بسا اوقات انسان بے صبری میں پڑ جاتا ہے، ہاں! اگر کوئی کسی بزرگ، اِمام مسجد یا عالِمِ دین کو اپنی مصیبت اِس لئے بتا رہا ہے تاکہ وہ اس کے لئے دعا کریں یا کسی ڈاکٹر کو بتا رہا ہے تاکہ وہ اُس کی بیماری کا علاج کرے اور اتنا بتا رہا ہے جتنا بتانے کی حاجت ہے تو یہ بے صبری میں نہیں آئے گا، اِس لئے اگر کسی کے سامنے پریشانی کا اِظہار کرنا ہے تو اُتنا ہی کریں جتنا کرنے کی ضرورت ہے۔ گھر میں چوری ہو جائے یا آگ لگ جائے یا کوئی نقصان ہو جائے یا بچّہ اور ماں باپ بیمار ہو جائیں تو بِلا ضرورت کسی کو نہ بولیں، ضرورتاً بولنا پڑے تو ضرور بولیں۔ ۱۰۰ کو بتانے کی ضرورت ہے تو ۱۰۰ کو بتائیں ورنہ ایک کو بھی نہیں۔ مثلاً گھر میں کسی کا اِنتقال ہونا ایک مصیبت ہے، بلکہ بندے پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے۔ اب ایسے میں آدمی لوگوں کو اِس مصیبت کا ضرور بتائے تاکہ لوگ جمع ہوں اور جنازہ پڑھیں اور تدفین وغیرہ میں حصہ لیں، یہ صُورت ٹھیک ہے۔ اِس میں بھی رونے دھونے اور ایسے انداز سے غم ظاہر کرنے سے بچنا ہوگا جسے بے صبری کہا جائے۔ ایسی صورتِ حال میں آنسووں کا بہنا بے صبری نہیں کیونکہ وہ تو خود بخود آ رہے ہوتے ہیں۔ البتہ ایسی کیفیت نہ بنائی جائے کہ جس سے خوب غم کا اِظہار ہو، جیسے عورَتوں میں یہ عادت زیادہ ہوتی ہے کہ جیسے ہی کوئی عورت تعزیت کرنے آئے گی تو رونا دھونا اور بے صبری کا مظاہرہ شروع کر دیں گی۔ اس طرح کے اثرات کچھ مَردوں میں بھی موجود ہوتے ہیں۔ اللہ کریم ہم سب کو حقیقی معنوں میں صبر عطا فرمائے۔ صبر جنت کا خزانہ ہے۔ کاش! ہم کو نصیب ہو جائے۔ نفس و شیطان صبر کرنے نہیں دیتے کہ جنّت کا خزانہ نفس و شیطان کہاں حاصل کرنے دیں گے! ہم اللہ پاک سے توفیقِ خیر و بھلائی کی درخواست کرتے ہیں کہ ہم کو حقیقی صبر عطا کر دے اور صبر کرنے والے شہیدِ کربلا حضرت اِمام حسین رضی اللہُ عنہ کا صدقہ ہماری جھولی میں ڈال دے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہُ علیہ واٰلہ وسلَّم

(نوٹ: یہ مضمون 16 جمادی الاولیٰ 1441ھ مطابق 11 جنوری 2020ء کی رات کو ہونے والے مدنی مذاکرے کی مدد سے تیار کر کے امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ کو دکھانے کے بعد پیش کیا گیا ہے۔)

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650 / 1144
Web: www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
Email: feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net